ماہنامہ

انوارِ مدینہ

شمارہ : ۷	جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ / جولائی ۲۰۰۷ء	جلد : ۱۵

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مدیر	مدیر اعلیٰ

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ ۷۵ ریال

بھارت، بنگلہ دیش............. سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ.......................... سالانہ ۲۰ ڈالر

امریکہ.............................سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوار مدینہ 7914-2 مسلم کمرشل بنک

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311

خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310

فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662

رہائش ''بیت الحمد'' : 092 - 42 - 7726702

موبائل : 092 - 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۷
ملفوظات شیخ الاسلامؒ	حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکویؒ	۱۵
مکتوب بنام مولانا محمد نافع صاحب	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۲۰
طلباءِ دین اور مدارس دینیہ کی اہمیت	حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری	۲۲
مگر تنقید آقا پر گوارا کر نہیں سکتا	جناب آثر صاحب جونپوری	۳۲
حضرت فاطمہؓ کے مناقب	حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتیؒ	۳۳
عورتوں کے رُوحانی امراض	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	۳۵
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۳۸
اِسلام اَور غامدیت..ایک تقابل	جناب چوہدری محمد رفیق صاحب	۴۲
ایک تھا مرزا قادیانی	محمد خبیب، متعلم جامعہ مدنیہ جدید	۴۸
یہودی خباثتیں	جناب عبداللہ التل صاحب	۵۰
طلباء کی ڈاک		۵۵
دینی مسائل		۵۷
تقریظ وتنقید	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۹
اخبارالجامعہ		۶۲
جامعہ مدنیہ جدید کا ماسٹر پلان		۶۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد !

کئی سال ہوئے رُسوائے زمانہ، شاتمِ رُسل سلمان رُشدی مرتد ہوا تب سے ہندوستان سے بھاگ کر انگلستان میں پناہ پکڑے ہوئے ہے۔ عالمِ اسلام کے مطلوب اِس اِشتہاری کے علاوہ اور بھی بہت سے اِشتہاریوں کو برطانیہ، امریکہ اور دیگر بہت سے یورپی ممالک نے پناہ دے رکھی ہے۔ کفار کا یہ پرانا طریقہ رہا ہے کہ وہ لوگوں کو اِسلام کے خلاف ورغلاتے رہتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اسلام پر اِعتراضات کرنے والوں اور خاص طور پر نبیوں کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی پیٹھ ٹھوکتے رہتے ہیں۔

حدیث شریف میں ایک واقعہ آتا ہے کہ غزوۂ تبوک میں تین صحابۂ کرامؓ نبی علیہ السلام کی ہم رکابی نہ کرسکے۔ اِن میں حضرتِ کعب بن مالکؓ بھی تھے جو اِرادہ ہی اِرادہ میں پیچھے رہ گئے اور غزوہ میں شریک نہ ہوسکے۔ نبی علیہ السلام نے مدینہ منورہ واپس تشریف لاکر اِن تینوں صحابۂ کرامؓ کے خلاف تادیبی کارروائی فرماتے ہوئے صحابۂ کرامؓ کو اِن سے ترکِ تعلق کا حکم دیا یہاں تک کہ سلام وکلام بھی بند ہوگیا اور بیویوں تک کو ہدایت فرمائی کہ اِن سے علیحدہ رہیں۔ اِس صورتِ حال سے جو پچاس دن جاری رہی یہ تینوں حضرات بہت پریشان تھے۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ پریشانی مجھے اِس بات کی تھی کہ اِس دوران اگر میری وفات ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ میری نمازِ جنازہ نہ پڑھیں گے۔ اور اگر رسول اللہ ﷺ کی

وفات ہوگئی تو بعد میں لوگوں کی نظر میں میرا وہ مقام نہ رہے گا۔ حضرتِ کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اِسی پریشانی میں ایک دن میں بازار میں گزر رہا تھا تو شام کا نَبطی عیسائی میرے پاس آیا اور مجھ کو کافر شاہِ غسان کا ریشم کے ٹکڑے پر لکھا ہوا خط دیا، اِس میں لکھا تھا کہ اَمَّابَعْدُ فَاِنَّہٗ قَدْ بَلَغَنِیْ اَنَّ صَاحِبَکَ قَدْ جَفَاکَ وَلَمْ یَجْعَلْکَ اللّٰہُ بِدَارِ ھَوَانٍ وَّلَامَضِیْعَۃٍ فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِیْکَ۔ اما بعد! مجھے اِطلاع ملی ہے کہ آپ کے صاحب نے آپ کی ناقدری کررکھی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حقیر اور بے کار نہیں بنایا (آپ باصلاحیت اِنسان ہیں) ہمارے پاس چلے آیئے ہم (اِنعامات، اِعزازات اور خطابات سے نواز کر) آپ کے دُکھوں کا مداوا کر دیں گے۔ حضرتِ کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں نے خط پڑھا تو دل میں کہا یہ تو (مرتد ہونے کی ترغیب پر مشتمل) ایک اور (پُرکشش دعوت کی صورت میں) آزمائش آگئی۔ فرماتے ہیں فَتَیَمَّمْتُ بِھَا التَّنُّوْرَ فَسَجَرْتُہٗ بِھَا میں نے تنور میں اِس (ریشمی دعوت نامہ) کو جلا دیا۔ (بخاری شریف ص ۶۳۵ و ۶۷۵)

اِس واقعہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ شاہِ غسان کا دین اَدھورا تھا۔ اِس لیے اُس نے عیسائیت کی طرف واضح طور پر دعوت دینے کے بجائے پُرکشش مراعات والی زندگی گزارنے کے لالچ کے ضمن میں اپنے پاس آنے کی دعوت پر اِکتفاء کیا مگر حضرتِ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایمانی غیرت نے اُس کی پیشکش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور ثابت قدم رہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اِن کی توبہ قبول فرما کر اِن کے حق میں قرآنی آیات نازل فرمائیں جو رہتی دُنیا تک پڑھی پڑھاتی جائیں گی۔

آج بھی عیسائیوں اور یہودیوں کا یہی طریقہ ہے کہ وہ دینِ اسلام سے مرتد ہوجانے والوں کو پُرکشش مراعات کے ذریعہ اِرتداد پر جمانے کی کوشش کرتے ہیں اور اُنہیں مزید خوف زدہ کر کے اُن کے اِردگرد ایسا حصار کر دیتے ہیں کہ جس سے نکل کر واپس اسلام کی طرف آنا ناممکن ہوتا چلا جائے تاکہ اِن کے ذریعہ باقی مسلمانوں کو شکوک و شبہات میں ڈال کر اِس منفی طریقہ سے اپنے مذموم مقاصد کو زیادہ سے زیادہ حاصل کیا جائے۔

برطانیہ نے سلمان رُشدی اور اِس جیسے دیگر مرتدوں کو پناہ دے کر یا اِعزاز و اِکرام سے نواز کر کوئی نئی بات نہیں کی بلکہ چودہ سو سال قبل اپنے پیش رَو شاہِ غسان کے طریقے پر چلتے ہوئے اپنی اَزلی اسلام دُشمنی کا مظاہرہ کیا ہے۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مسلم حکومتیں جوابی اِقدام کے طور پر اِس مفرور مرتد کو برطانیہ سے چھین کر تین دن کی مہلت دے کر دوبارہ اِسلام قبول نہ کرنے پر مرتد کی سزا جاری کرتے ہوئے اِس کا سَر قلم کر دیتیں۔ بصورتِ دیگر برطانیہ سے سفارتی تعلقات توڑ کر عسکری کارروائی کر کے اُس کی سرکشی کا علاج کرتیں۔ یہی صحیح اور اُصولی طریقہ ہے۔ مشہور ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔

قرآن پاک میں اِرشاد ہے :

وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

(سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۱۷)

''اور کفار تم سے ہمیشہ لڑتے ہی رہیں گے۔ یہاں تک کہ تم کو پھیر دیں تمہارے دین سے اگر بس چلے، اور جو کوئی مُرتد ہوا تم میں سے اپنے دین (اِسلام) سے پھر مر جائے حالتِ کفر ہی میں تو ایسوں کے ضائع ہوئے (اچھے) اَعمال دُنیا اور آخرت میں اور وہ لوگ ہیں دوزخ والے، وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاللّٰهُ لَايَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ اُولٰٓئِكَ جَزَآءُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ خَالِدِيْنَ فِيْهَا لَايُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَاهُمْ يُنْظَرُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمٌ ○ (سورہ آل عمران آیت نمبر ۸۶ تا ۹۰)

''اور کیونکر ہدایت دے گا اللہ ایسے لوگوں کو کہ کافر ہوگئے ایمان لا کر اور گواہی دے کر کہ بے شک رسول سچا ہے اور آئیں اُن کے پاس نشانیاں روشن اور اللہ ہدایت نہیں دیتا ظالم لوگوں کو۔ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ اُن پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی، سب کی۔ ہمیشہ رہیں گے اُس میں، نہ ہلکا ہوگا اُن سے عذاب اور نہ اُن کو فرصت ملے

گی۔مگر جنہوں نے توبہ کی اِس کے بعد اور نیک کام کیے تو بے شک اللہ غفور رحیم ہے''۔

نبی علیہ السلام کا اِرشاد ہے :

مَنْ بَدَّلَ دِیْنَہٗ فَقْتُلُوْہُ (بخاری شریف ص ۴۲۳ و ۱۰۲۳)

''جو اپنے دین کو بدل دے اُس کو قتل کر دو''۔

گستاخِ رسول سلمان رُشدی واجب القتل ہو چکا ہے۔ اسلامی حکومتوں کو اِس موقع پر اپنی ذمّہ داریوں کو پورا کرنا چاہیے۔بصورتِ دیگر اُس کو جہنم واصل کرنے والے کسی بھی مسلمان کے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہیں کی جاسکتی بلکہ اُس کو تمام مسلمانوں کا اُدھار چکانے والا محسن، اسلام کے سپاہی اور سچے عاشقِ رسول کے طور پر رہتی دُنیا یاد رکھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اُس کو دُنیا و آخرت کی سعادتوں سے سرفراز فرمائیں گے۔

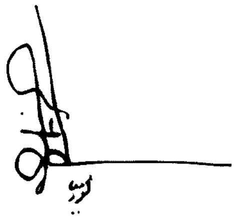

ختم بخاری شریف

جامعہ مدنیہ جدید میں دُوسرے ختم بخاری شریف کی تقریب ۵/اگست بروز اتوار منعقد ہوگی، انشاء اللہ۔تقریب کا وقت دو ہفتے پہلے مقرر کیا جائے گا۔شرکت کے خواہش مند حضرات رابطہ کر کے معلوم فرما سکتے ہیں۔(ادارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا　**درس حدیث**　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

حضرت علیؓ کے فرامین قانون بن گئے۔اُن کی دُور اندیشی اور عالی ظرفی
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل حضرات سے اِجتہادی خطا ہوئی
حضرتِ عائشہؓ کا مشورہ کہ علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرو
حضرتِ اُسامہؓ اور حضرت محمد بن مَسْلَمہؓ کی اِحتیاط کی وجہ۔حضرتِ معاویہؓ کا عملی رُجوع

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 53 سائیڈ A 1985-10-25)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وآله واصحابه اجمعین امابعد !

حضرتِ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کے صاحبِ سِر صحابی کہلاتے تھے۔ اِنہوں نے ایک صحابی کی تعریف کی ہے جن کا نام ہے محمد بن مَسْلَمہ رضی اللہ عنہ۔ وہ کہتے ہیں کہ جو آدمی بھی ہو مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہو جائے سوائے تمہارے کہ میں نے جنابِ رسول اللہ ﷺ سے یہ سُنا تھا آپ نے اِرشاد فرمایا لَا تَضُرُّکَ الْفِتْنَةُ تمہیں فتنہ نقصان نہیں پہنچائے گا۔ یہ حدیث آئی ہے اور ہوا بھی اِسی طرح سے ہے۔

ایک دَور ایسا ہوتا ہے کہ جس میں صحیح اور غلط بات کا پہچاننا عوام کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ تو وہ دَور شروع ہوتا ہے حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نصف زمانۂ خلافت سے، اُس میں فتنے اُٹھنے شروع ہوئے اور وہ بڑھتے چلے گئے حتّٰی کہ یہ نوبت آئی کہ خلیفۂ وقت حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو دارُ الخلافہ پہنچ

کر اہلِ فتنہ نے شہید کر دیا۔ پھر کسی نہ کسی کو تو خلیفہ بنانا تھا، حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ مناسب دُوسری شخصیت کوئی نہیں تھی۔

اہلِ بدر کی اہمیت :

اُنہوں نے ایک شرط لگائی کہ اہلِ بدر مجھ سے کہیں تو میں خلافت پر بیعت لوں گا باغیوں کے کہنے سے نہیں یا اور عوام کے کہنے سے نہیں۔ یہ بات بھی ایسی تھی کہ جیسے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک معیار بنادیا تھا کہ یہ حضرات جو عشرۂ مبشرہ میں سے باقی تھے اُن میں سے کوئی بھی کثرتِ رائے سے ہو جائے جسے وہ منتخب کریں۔ اِسی طرح حضرتِ علی رضی اللہ عنہ نے اہلِ بدر کو بنادیا معیار۔

سبقت لے جانے والوں کا درجہ بڑا ہے :

اور اسلام نے جو علماء تھے، متقدمین تھے، اُن کا حق مانا ہے **وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ** اور **لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى** سب ٹھیک ہیں اچھے ہیں، اللہ نے وعدہ کیا ہے اِن کے ساتھ اچھائی کا بھلائی کا لیکن اِن لوگوں نے جو سابقین اولین ہیں اُن کا درجہ بلند ہے۔ اُن کے بعد وہ اور حضرات بھی آئے، اہلِ بدر بھی آئے اور اُن کے علاوہ بیعتِ رضوان والے آئے، پھر وہ کہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کیا اور جہاد کیا اُن کا درجہ بڑا ہے بہ نسبت اُن کے کہ جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے اور جہاد کیا۔ ہاں ہر ایک سے وعدہ ہے اللہ کا **وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى**۔

تو اُنہوں [1] نے ایک معیار یہ رکھا کہ اہلِ بدر میں سے بنالیں، تو اہلِ بدر سب کے سب آئے جو وہاں موجود تھے، وہ تقریبًا اَسّی حضرات غالبًا حیات ہوں گے۔ کیونکہ حضرتِ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت جو اہلِ بدر شمار کیے گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سمیت سو بنتے تھے اور اُنہوں نے وصیت کی تھی کہ میرے مال میں سے اِتنا اِتنا تمام اہلِ بدر کو دے دیا جائے۔ تو اُن کی فضیلت مُسلَّمہ تھی۔ اُنہوں نے اُس کو معیار بنایا تو حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ وقت بنادیا گیا، بات واضح ہوگئی۔ لیکن ایک چیز اور ہوتی ہے کہ وہ خلافت تمام جگہوں پر جم جائے، خلافت کا جماؤ ہو جائے تمام علاقوں میں، وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی وجہ سے شام پر نہیں ہوئی۔

---

[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ

خلافت مستحکم ہو جائے تو بیعت ضروری ہو جاتی ہے :

اور مسئلہ اِسی طرح سے ہے کہ جب خلافت جم جائے تو پھر اُس کے ہاتھ پر بیعت ضروری ہو جاتی ہے، نہ جمی ہو تو ضروری نہیں۔ تو کچھ حضرات ایسے ہیں کہ جنہوں نے حضرتِ علیؓ کا ساتھ تو دیا، ساتھ تو رہے ہیں لیکن بیعت نہیں کی۔ اُن میں حضرتِ سعد بن ابی وقاصؓ ہیں جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں، حضرتِ محمد بن مَسْلَمہؓ جو بیعت کرنیوالوں میں ہیں مگر لڑائی میں ساتھ نہ دینے والوں میں سے بھی ہیں۔

اُنہی میں اُسامہ بن زیدؓ جنہوں نے لڑائی میں حصہ نہیں لیا معذرت کر لی کہ یہ میں نہیں کر سکتا البتہ رہے وہ اِسی علاقے میں ہیں جو حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی تحویل میں تھا اور بیت المال سے جو وظیفہ ہوا کرتا تھا اِن کا وہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ہی سے تھا۔ یہ اُسامہ بن زید کے بارے میں آتا ہے کہ اُنہوں نے بھیجا اپنے آدمیوں کو اور وہ پہنچے کوفہ۔ تو جسے بھیجا تھا اُس سے کہا کہ وہ [۱] پوچھیں گے ضرور کہ وہ ہے کہاں؟ وہ ساتھ کیوں نہیں آئے کیونکہ وہ تو ایسے تھے جیسے گھر کا آدمی ہو وہ میرے ساتھ کیوں نہیں ہیں یہاں۔ تو وہ پوچھیں گے ضرور تو اُن سے کہہ دینا یہ کہ اگر آپ شیر کے جبڑے میں ہوتے تو میں یہ چاہتا کہ میں وہاں بھی آپ کے ساتھ ہوں لیکن یہ معاملہ ایسا ہے کہ میں اِس میں شامل نہیں ہوسکتا۔ [۲]

حضرتِ اُسامہؓ کی اِحتیاط کی وجہ :

واقعہ ایک گزرا تھا حضرتِ اُسامہؓ اور ایک اور صحابی تھے، اِن دونوں نے جنگ میں ایک آدمی کو پکڑا، اُس نے کلمہ پڑھ لیا تو اَنصاری جو اِن کے قریب تھے وہ حملہ کرتے کرتے رُک گئے اور اِنہوں نے مار دیا۔ اَب اُسامہؓ جب واپس آئے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ قصہ پیش ہوا تو رسول اللہ ﷺ کی طبیعت پر بہت شدید اثر ہوا اور بار بار آپ فرماتے رہے **اَقَتَلْتَهٗ بَعْدَ اَنْ قَالَ لَآاِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ** او کماقال علیہ السلام [۳] جب یہ کلمہ اُس نے کہہ دیا پھر تم نے مارا۔ وہ کہتے ہیں اُسامہ کہ میرے دل میں یہ آتا تھا کہ میں نومسلموں میں ہوتا اور آج مسلمان ہوتا تو یہ اچھا ہوتا بہ نسبت اِس کے کہ رسول اللہ ﷺ کی اِتنی ناگواری اور ملامت میں محسوس کروں۔ چنانچہ یہ کسی مسلمان پر تلوار اُٹھانے سے ہمیشہ کے لیے باز آگئے، اِس لیے لڑائی میں نہیں شامل ہو سکے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔

---

[۱] حضرت علیؓ [۲] بخاری شریف ص۱۰۵۳ [۳] بخاری شریف ص ۶۱۲ و ۱۰۱۵

حضرتِ محمد بن مسلمہؓ کی اِحتیاط کی وجہ :

اور یہ جو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ہیں تو جناب ِرسول اللہ ﷺ سے ایک دفعہ گفتگو کے دوران کوئی بات ہوئی بلکہ تلوار ایک دی تھی یا پسند فرمائی تھی اِن کی تلوار، اُسی پر بات چلی کہ اِس سے لڑتے رہو لیکن ایک دَور ایسا آئے گا جو فتنوں کا ہوگا، اُس زمانہ میں اِس تلوار کو توڑ دینا اور لکڑی کی تلوار بنالینا۔ تو اِنہوں نے اِسی طرح عمل کیا۔ یہ شامل نہیں ہوئے ہیں لیکن ساتھ تو رہے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے۔

حضرتِ علیؓ کی عالی ظرفی :

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بڑی وسعت تھی طبیعت میں، بڑی گنجائش تھی۔ ایک دفعہ فرمایا **لِلّٰہِ مَنْزِلٌ نَزَلَہٗ سَعْدٌ وَابْنُ عُمَرَ** یہ بہت اچھا مقام ہے جو سعدؓ اور ابن ِعمرؓ نے اختیار کیا۔ **اِنْ کَانَ ذَنْبًا** اگر یہ گناہ ہے تو یہ صغیرہ ہے اور اگر یہ حَسَنَہ ہے تو یہ بہت بڑی نیکی ہے۔ یعنی یہ کہ خلیفۂ وقت جو خلیفۂ برحق ہے، خلیفۂ راشد ہے اُس کے ساتھ شریکِ عمل نہ ہو، عمل میں پیچھے رہے۔ اگر یہ گناہ ہے تو یہ صغیرہ ہی ہے، چھوٹا ہی گناہ ہے، اور اگر یہ نیکی ہے کہ کسی مسلمان کے خون سے ہاتھ نہ رنگنے پائیں تو یہ نیکی بہت بڑی نیکی ہے، تو یہ حَسَنَۂ کبیرہ ہے۔ تو اُن کے ذہن ِمبارک میں اِتنی گنجائش تھی کہ جن حضرات نے ایسے لڑائی میں ساتھ دینے سے تخلّف کیا اِنہوں نے اُنہیں اجازت دی۔

ایک صاحب ہیں احمد بن قیسؒ، تابعین میں بڑے بڑے حضرات گزرے ہیں جو علمی اعتبار سے بھی بہت بڑے ہیں اور جتنے علمی اعتبار سے بڑے ہیں یہ سب کے سب مجاہد ہیں اور یہ سب جنرل تھے۔ تو احمد بن قیسؒ نے بھی فتوحات کیں۔ یہ آئے ہیں وہاں اُسی سال جس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو اِنہوں نے مدینہ طیبہ کا جائزہ لیا اور اُس میں اندازہ یہ کیا کہ حالات ایسے ہیں کہ خلیفۂ وقت کی جان محفوظ نہیں۔ اگر خدانخواستہ اُنہیں شہید کردیا گیا تو میں کیا کروں؟

حضرتِ عائشہؓ کی جانب سے حضرتِ علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا مشورہ :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مکہ مکرمہ میں مشورہ کیا کہ میں کیا کروں؟ اُنہوں نے کہا ایسے کرنا کہ پھر علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلینا اگر ایسی صورت پیش آجائے۔ یہ مکہ مکرمہ سے پھر مدینہ طیبہ آئے تو حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر لی تھی اِنہوں نے بھی بیعت کر لی۔ بیعت کرنے کے بعد یہ چلے گئے بصرہ۔

اُدھر سے حضرتِ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کی حضرتِ علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے باوجود طبیعت پر اِس قدر بے چینی تھی کہ وہ مدینہ طیبہ میں نہیں ٹھہرے اور وہاں سے نکل گئے۔ اور کچھ ایسا لگتا ہے جیسے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو تو یہ وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ خلیفۂ وقت شہید ہو جائیں گے کیونکہ جب اُنہیں کہلایا گیا کہ آپ آئیں مدد کے لیے تو اُنہوں نے کہا نہیں میں نہیں آتا مدد کے واسطے۔ میرا روپیہ اِن کی طرف اُدھار ہے جب تک وہ سارے پیسے نہیں دیں گے میں نہیں آؤں گا۔

حضرتِ طلحہؓ کے قاتل مروان کی اِن سے بدگمانی کی وجہ :

تو یہی بات تھی جو مروان کے ذہن میں بیٹھ گئی کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ تو اُن لوگوں میں تھے جو حضرت عثمانؓ کے خلاف کام کر رہے تھے گویا۔ حالانکہ معاذ اللہ وہ ایسے نہیں تھے۔ بلکہ صورتِ حال یہ تھی کہ اُن کو یہ اندازہ ہی نہیں تھا کہ ایسی صورت پیش آجائے گی کہ خلیفۂ وقت کو شہید کر دیا جائے گا۔ جب یہ حادثہ پیش آیا تو پھر جیسے ذہن جواب دے جاتا ہے وہ کیفیت ہوئی۔

حضرتِ علیؓ کے ہاتھ پر حضرتِ طلحہؓ و حضرت زبیرؓ کی بیعت :

بیعت تو ہو گئے حضرت علیؓ کے دستِ مبارک پر لیکن اُس کے بعد خود باہر چلے گئے، وہاں مشورہ ہوا۔

حضرتِ عائشہؓ، حضرتِ طلحہؓ، حضرتِ زبیرؓ کا بصرہ پر قبضہ :

بہرحال وہ ایک واقعہ ہے کہ وہ بصرہ پر گئے، وہاں قبضہ کر لیا، حضرتِ عائشہ، حضرتِ طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم، یہ تین حضرات تھے جو قائد تھے۔

اِن میں امیر المؤمنین کوئی بھی نہیں تھا :

اِن میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا کہ جسے امیر المؤمنین کہا جائے بلکہ اِس مروان نے سوال کیا ہے ایک، یہ بھی اِدھر سے بصرہ چلا گیا تھا اور بھی لوگ چلے گئے تھے۔ اُنہوں نے پوچھا کہ تم میں سے کس کو میں سلام کیا کروں عَلَى الْإِمْرَةِ اِمارت کا سلام کس کو کیا کروں یعنی سلام کے ساتھ امیر المؤمنین کا لفظ کس کے

لیے لگاؤں، تو کسی نے بھی نہیں کہا کہ (فلاں کے ساتھ) لگاؤ، یعنی اپنے لیے امیر المؤمنین ہونے کا مدعی کوئی بھی نہیں تھا، ہاں یہ تھا کہ اِنہیں غصہ تھا قاتلینِ عثمانؓ پر اُس کی وجہ سے وہاں گئے ہوئے تھے۔ تو پھر حضرتِ علی رضی اللہ عنہ بھی بصرہ پہنچے ہیں۔

احمد ابنِ قیسؒ کا حضرتِ عائشہؓ کو جواب :

وہاں حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دعوت دی احمد ابنِ قیس کو کہ آؤ ہمارے ساتھ، تو اُنہوں نے کہا کہ جناب آپ ہی نے فرمایا تھا کہ علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لینا میں اُن سے بیعت کر چکا ہوں تو اَب میں کیسے واپس آؤں، آپ کے فرمانے پر کیا اور خود اَب آپ اُن کے خلاف باہر تشریف لے آئیں۔

خلاف تو اُن کے نہیں تھیں بس یہی تھا کہ قاتلینِ عثمانؓ سے خود بدلہ لیں۔

اِن حضرات کی اِجتہادی غلطی :

اِن حضرات کی جو اجتہادی غلطی شمار کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جیسے کہ کہیں حکومت ہو کسی کی اور کسی نے کسی کو مار دیا تو اَب یہ نہیں ہے حق کسی کو بھی رعایا میں سے کہ وہ خود بدلہ لے بلکہ حق یہ ہے کہ وہ جائے تھانے میں رپورٹ درج کرائے۔ آج انگریزی قانون میں بھی یہی سلسلہ ہے۔ تو قاعدے کی بات یہ تھی کہ جو امیر المؤمنین ہو یا حاکمِ وقت ہو بدلہ وہ لے کر دے گا، خود بدلہ لینے کا حق جو ہے وہ نہیں رہتا بلکہ اُس کے ذریعے یہ شخص بدلہ لے گا، اُس کے ذریعے یہ شخص قاتل کو پکڑوائے گا اپنے ہاتھ سے مار دے گا یعنی شرعی طور پر اگر قانون ہو۔ تو اِن حضرات نے یہ کیا کہ قاتلینِ عثمانؓ جو تھے اُن کو مارنے کے لیے خود چلے گئے۔

خود حضرتِ معاویہؓ کا عملی رُجوع :

دُوسرے یہ کہ جس غلطی سے سب نے ہی رجوع کیا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت، وہ یہ سمجھتے تھے کہ جتنے بھی آنے والے تھے مدینہ منورہ میں وہ سب کے سب قاتلینِ عثمانؓ ہیں اور سب کے سب کو مارا جانا چاہیے اور یہ ناممکن جیسی بات ہے، تھی ہی ناممکن۔ خود حضرت معاویہؓ کے اپنے دَور میں قاتلین کے گروہ میں سے بہت سے لوگ موجود تھے، کسی سے بھی اُنہوں نے بدلہ نہیں لیا، ہاں اُس وقت تک جب تک حضرتِ علیؓ سے باتیں چلتی رہی ہیں اِن لوگوں کی رائے یہ تھی اور حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی رائے وہ تھی۔

بعد میں حضرتِ علیؓ کے فیصلے ہمیشہ کے لیے قانون بن گئے :

اَب جتنے بھی باغیوں کے یا دوسرے فتوے بعد میں مرتب کیے گئے مسالک مرتب کیے ائمہ اربعہؒ نے حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کے اقوال اور اُن کے فتوؤں اور اُن کے فیصلوں کو لیا ہے اور اِن سب حضرات کے فیصلوں اور رائے کو اُنہوں نے مرجوح [1] قرار دیا ہے۔اور بغاۃ کے اَحکام اُن [2] سے ہی لیے گئے ہیں، تو باغی کو مار رہے ہیں وہ گر گیا ہے، وہ زخمی ہوگیا ہے، وہ ہتھیار پھینک کر بھاگ گیا ہے، وہ گھر میں چُھپ گیا ہے تو کیا کیا جائے؟ چھوڑ دیا جائے۔ یہ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے لیا گیا۔ جَمل کے موقع پر جو اِرشادات فرمائے وہ احکام بنے ہیں۔تو احمد ابن قیسؒ نے حضرتِ عائشہؓ سے کہا کہ آپ کے فرمانے پر میں نے اُن سے بیعت کی ہے تو اَب کیسے؟

حضرتِ علیؓ کی عالی ظرفی اور دُور اندیشی :

پھر جب حضرتِ علی رضی اللہ عنہ بصرہ پہنچے اُنہوں نے احمد بن قیس کو بلایا، اُن کا قبیلہ بھی تھا، اُنہوں نے کہا جناب ٹھیک ہے بیعت میں نے جناب کے دستِ مبارک پر کی ہے، آپ اِرشاد فرمائیں تو میں آپ کے ساتھ مل کر لڑوں گا اور چلوں گا۔ اور اِرشاد فرمائیں تو میں دوسرے جو قبیلے ہیں یا اور لوگ ہیں اُن سب کو لڑائی میں آنے سے روک دوں، اِن دو میں سے جو آپ پسند فرمائیں۔تو حضرتِ علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ تم اُن کو لڑائی میں آنے سے روک دو یہ بہتر ہے بہ نسبت اِس کے کہ تم میرے ساتھ شامل ہو کر لڑو، گویا یہ گنجائش وسعتِ قلب بہت زیادہ تھی۔اُنہوں نے نظر انداز فرمایا ہے ایسے حضرات کو۔

تو حضرتِ محمد بن مَسْلَمہ رضی اللہ عنہ کی یہاں تعریف کی بات آرہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِن کے بارے میں یہ فرمایا کہ اِنہیں فتنے سے کوئی نقصان نہیں ہوگا بچے رہیں گے اور عمل اِن کا یہ رہا ہے کہ ساتھ اِنہوں نے دیا ہے رہے اُسی علاقے میں ہیں وہاں سے ہٹ کر نہیں گئے، مدینہ طیبہ ہی میں رہے ہیں، وہیں کے رہنے والے ہیں، وہیں وفات ہوئی ہے ۴۵ یا ۴۶ ہجری میں، لیکن عملی طور پر یکسو ہو کر رہے ہیں۔

حضرتؒ کی سورہ کہف پڑھتے رہنے کی تلقین :

اور مجھے ویسے خیال آتا ہے بہت دفعہ، دل چاہتا ہے کہنے کو بھی کہ یہ جو سورۂ کہف ہے اِس کی دس

---

[1] بے وزن [2] حضرت علیؓ

آیتیں جو شروع کی ہیں اِن کے بارے میں یہ آتی ہے فضیلت کہ جو اِنہیں پڑھتا رہے گا وہ دجّال کے فتنے سے محفوظ رہے گا، تو اِنہیں ہر مسلمان کو پڑھتے ہی رہنا چاہیے کیونکہ جب دجّال کے فتنے سے محفوظ رہ سکتا ہے تو جو چھوٹے موٹے فتنے رُونما ہوں گے اِن سے بھی وہ انشاء اللہ بچا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ اِن حضرات کو اپنے یہاں بلند درجات نصیب فرمائے اور ہمیں آخرت میں اِن کا ساتھ عطا فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعاء ......

وفیات

☆ لاہور کے محترم صوفی امین صاحب کے بڑے بھائی گزشتہ ماہ وفات پا گئے۔

☆ ۲۱؍ جون کو جامعہ مدنیہ جدید کے مدرس مولانا حسین صاحب کے تایا صاحب وفات پا گئے۔

☆ ۲۳؍ جون کو جامعہ مدنیہ قدیم کے فاضل قاری خوشی محمد صاحب کی اہلیہ طویل علالت کے بعد وفات پا گئیں۔

☆ برمنگھم کے محترم محمد اعظم پاشا ڈار صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ گزشتہ دنوں برمنگھم میں وفات پا گئیں، قبل ازیں پاشا ڈار صاحب کے خسر صاحب بھی وفات پا گئے۔

☆ جامعہ مدنیہ جدید میں موقوف علیہ کے جواں سال طالب علم محمد آصف گزشتہ ماہ طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔

☆ نارووال کے محمد ارشد صاحب کا ایک برس کا بچہ مختصر بیماری کے بعد فوت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ والدین کو صبر اور اُس کا نعم البدل عطاء فرمائے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو، آمین۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

ملفوظات شیخ الاسلام

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ

﴿ مرتب : حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکویؒ ﴾

☆ نظمِ قرآنی میں بہت زیادہ فوائد اور مقاصد رکھے گئے ہیں۔ بنا بریں اگر کسی آیت کا حکم منسوخ ہوگیا تو اُس کے الفاظ میں دیگر مقاصدِ عظیمہ باقی ہیں، اِس لیے منسوخ حکم کو برائے تلاوت باقی رکھنا قرینِ قیاس تھا اور ہے۔

☆ قلب کے متعلق حدیث میں ہے: لَایَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَآئِیْ اِنَّمَا یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِی الْمُؤْمِنِ (او کما قال) یَسَعُنِیْ کے معنٰی یہاں اِحاطہ کے نہیں ہیں بلکہ تحمل کے ہیں۔

☆ اَسمائے الٰہیہ کو ذاتِ مقدسہ سے حسبِ قولِ معتمدعلیہ لَا عَیْنٌ وَلَا غَیْرٌ کی نسبت ہے۔

☆ تکوینیات اُسی کے اِرادے اور قدرت کے کرشمے ہیں۔ اِس میں سرگرانی اپنی بیش بہا اطمینانی حالت کو ضائع کرنا ہے۔ قلب اور اُس کے سکون کو لایعنی باتوں میں کافور کر دینا کس قدر فاش غلطی ہے۔ تکوینیات صرف اُسی کے قبضہ میں ہیں۔

☆ فتوٰی اور تقوٰی میں فرق ہے۔ بحیثیتِ فتوٰی جو زمین مورثِ اعلٰی سے حاصل ہوئی ورثاء کو آپس میں تقسیم کرنا حسبِ شرح ضرور ہوگا۔ اِس کی تفتیش کہ مورث نے کل جائداد یا بعض جائداد جائز طریق پر حاصل کی ہے یا ناجائز طور پر، ضروری نہیں ہے۔

☆ شرعی طور پر بیٹی کو زیور، جوڑے، جہیز وغیرہ دینا ور ہر تہوار اور تقریبِ ولادت، ختنہ، خطبہ (منگنی) نکاح وغیرہ پر لڑکیوں اور اُن کی اَولاد پر اَخراجات عمل میں لانا شرعی حیثیت سے لازم نہیں ہے اور دیارِ عربیہ میں اِس پر عمل درآمد بھی نہیں ہے بلکہ تقریباً تمام ممالکِ اسلامیہ میں اِس کا وجود نہیں ہے۔

☆ جو زمین کفار سے خریدی گئی ہے اُس میں عُشر نہیں ہے۔ اگر بطورِ استحباب دے دی جائے تو بہتر ہے۔ جو لگان گورنمنٹ وصول کرتی ہے وہ حربی زمین میں کافی ہے۔ البتہ اگر اُس کی آمدنی خواہ غلہ ہو یا نقد بطورِ تجارت کام میں لائی جائے اور اُس پر سال گزر جائے تو اَموالِ تجاریہ کی زکوٰۃ کے طریقے پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

☆ ڈاکٹری علاج میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی دوا کے متعلق بالیقین یا غلبۂ ظن یہ معلوم ہوجائے کہ وہ ناپاک اور ناجائز ہے تو اُس دوا کو استعمال نہ فرمایئے۔

☆ دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا۔ اگر اختلاف اور فسادات رُونما ہوں تو پڑھ لیا کیجیے مگر پڑھایئے ہرگز نہیں اور اُن کو کہہ دیجیے کہ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں جمعہ دیہات میں نہیں ہوتا اِس لیے میں نہیں پڑھاؤں گا۔

☆ لفظ اللہ یا رحمٰن یا رحیم وغیرہ جنابِ باری تعالیٰ کے نام ہیں۔ اِن ناموں میں بھی قوت اور تاثیر ہے۔ اِن ناموں کی بھی تقدیس اور تنزیہہ اور ذکر کا حکم کیا گیا ہے۔

☆ عالمِ اسباب میں اسباب وذرائع لغو نہیں کہے جاسکتے، نہ شریعت نے اِس سے اعراض کرنے کو رَوا رکھا ہے، اور نہ عقل وتاریخ اِس کی اجازت دیتی ہے۔

☆ اوّل وقت پر نماز بیشک بہتر ہے، مگر جن روایات میں اوّل وقت کا اِرشاد ہے، اُن میں اوّل وقتِ جواز مراد ہے یا اوّل وقتِ استحباب؟ بر تقدیرِ شقِ اوّل بہت سی روایات صحیحہ کا ترک لازم آتا ہے، اور تقدیر شقِ ثانی پر جمع بین الروایات ہوجاتا ہے۔

☆ صلوۃ الاوّابین کے بارے میں اختلاف مسمّٰی میں نہیں، مشہور یہی ہے کہ نوافل بعدالمغرب کو صلوۃ الاوّابین کہا جاتا ہے، اور ضحوۂ کبریٰ کی نوافل کو صلوۃ الضحٰی اور چاشت کہا جاتا ہے، اگر چہ صحاح میں ہے کہ صَلٰوۃُ الْاَوَّابِیْنَ حِیْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ۔ اِس لیے اقرار کرنا پڑے گا کہ نوافل بعدالمغرب کا تسمیہ غلطُ العوام میں سے ہے۔ نمازوں کے قضاء ہونے کی وجہ سے دو باتیں پیدا ہوتی ہیں، ایک وہ گناہ جو عدولِ حکمی کی بناء پر ہوتا ہے، دُوسری چیز اَشغالِ ذمہ جو کہ وجوب نماز اور وقت کی بنا پر ہوتا ہے، توبہ اور اُس کی قبولیت کی بنا پر وہ گناہ جو عدول حکمی واحترام وقت کے ٹھکرانے سے ہوا ہے زائل ہوجائے گا، مگر اَمر ثانی یعنی فراغت ذمہ تو جب ہی ہوگا، جب مَاوَجَبَ کو اَدا کردیا جائے گا۔

☆ روایات کے وضع اور سقم وصحت کا مدار سند اور رواۃ کے احوال اور صفات پر ہے، امام بخاریؒ اور دیگر محدثین اِس کو معیار قرار دیتے ہیں، متن کی معقولیت اور غیر معقولیت اُن کا نصب العین نہیں ہے، بخلاف ائمہ کلام واُصول کہ اُن کا نصب العین متن ہے۔

☆ اَوامر شرعیہ کی اقسام متعدد ہیں ، بعض تو ایسی ہیں جن میں قیود اور خصوصی احوال متصورات اصلیہ میں سے ہیں ۔ اِن میں اطلاق اور تغیر دُرست نہیں ہے جس طرح نماز ہے ، اور بعض ایسی ہیں کہ اُن میں قیود اور کیفیات ملحوظ ہی نہیں ہیں جیسے جہاد ہے ، اِس میں اعلاءِ کلمۃ اللہ مقصود ہے ، خواہ بالسیف ہو یا بالسنان والرماح ، خواہ ہوائی جہازوں اور توپ اور بندوقوں سے ہو۔

☆ خودکشی کرنی اور اُس پر عزم وارادہ کرلینا انتہائی بزدلی ، انتہائی ظلم اور انتہائی گناہ ہے۔

☆ ناواقفیت مسلمانوں کے لیے اِس ملک اور اِس زمانہ میں عذر نہیں۔

☆ صحتِ نماز کے لیے حضورِ قلب کا صرف ادنیٰ درجہ شرط ہے ۔ اور وہ یہ کہ کم از کم کسی رُکن میں خیال ہو کہ میں نماز ادا کر رہا ہوں۔

☆ نماز میں خطرات ، وساوس ، اور احادیثِ نفس کا آنا مفسدِ نماز نہیں ہے ، البتہ اِس میں نقصان پیدا کرتے ہیں۔

☆ بخشنے والے کو ثواب قرآن میں سے کسی اُمید کا حق نہیں ہے ، جب وہ اپنی چیز دے چکا ، تو اُس میں سے اُس کو کیا مل سکتا ہے؟ ہاں جن حضرات کو وہ ثواب پہنچے گا وہ حسبِ اِرشاد حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا . دُعا اور سفارش بارگاہِ الٰہی میں کریں گے تو ممکن ہے کہ اُن کی دعاؤں کی برکت سے اِس قدر فائدہ ہو جائے جو کہ بخشنے والے کو اصل ثواب میں حاصل نہ ہوتا۔

☆ تقدیر کا مسئلہ حق ہے اور اُس پر ایمان لانا ضروری ہے ، مگر اِس کی تعلیم اِس لیے نہیں ہے کہ کارخانہ ہائے عالمِ اسباب کو معطل کر دیا جائے اور انسان اُمورِ دُنیا اور آخرت کے اندر ہاتھ پیر کٹا کے بیٹھ جائے۔

☆ تقدیر دو ہیں : ایک مُبرم ، دُوسری معلق ۔ مبرم میں تغیر نہیں ہوتا ، معلق میں ہوتا ہے ۔ بسا اوقات کارکنانِ تکوین وایجاد کو یہ بتلایا جاتا ہے کہ فلاں شخص اگر اپنے رشتہ داروں کی خدمت گزاری کرے گا تو اُس کی عمر ساٹھ سال ہوگی اور اگر نہ کرے گا تو چالیس سال ہوگی ، پھر اُس کی عمر چالیس سال کردی جاتی ہے ۔ اس لیے کہ اُس نے صلہ رحمی نہ کی ، کارکنانِ تکوین پر کبھی شرط ظاہر نہیں ہوتی ، مگر علمِ الٰہی میں شرط تھی ۔ نیچے کے عملہ والے اِس کو مبرم سمجھتے ہیں مگر وہ حقیقت میں معلق تھی ، اِس لیے خیال کیا جاتا ہے کہ نوشتۂ تقدیر بدل گیا۔

☆ حدیث وقرآن کی تدریس پر اُجرت لینا حضرت امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں تو جائز ہی نہیں ،مگر بعد کے ائمہ حنفیہؒ نے اِس ضرورت سے اجازت دی ہے کہ مدرس اگر ضروریاتِ دُنیاویہ، زراعت، تجارت، صنعت وغیرہ میں مشغول ہوجائے گا تو علم ضائع ہوجائے گا، دین میں سخت خلل پڑے گا۔

☆ اگر حافظ رمضان شریف کے اندر قرآن سنانے پر کوئی مقادر مقرر کرتا ہے یا اگر مقتدی اِس کو کچھ نہ دیں، یا کم دیں تو جھگڑتا ہے، قرآن سنانا بند کر دیتا ہے اگر چہ شرط زبانی نہیں کرتا، مگر معاملہ ایسا ہی کرتا ہے، تو اِس صورت میں اِس کا رقم لینا جائز نہیں، نماز ادا ہوجائے گی، مگر وہ فضلیت قرآن کے سننے اور سنانے کی حاصل نہ ہوگی۔

☆ عامل نے علوی عمل کر کے میاں بیوی میں محبت پیدا کرادی، اختلاف کو دُور کر دیا تو اُجرت تو جائز ہی ہوگی، ممکن ہے کہ ثواب بھی مل جائے۔

☆ آسیب کو دُور کرنا، جنات کی تکالیف سے نجات دلانا، سانپ بچھو کے زہر کو اُتارنا، مختلف امراض کو تعویزوں سے دُور کرنا، سب پر اُجرت جائز ہے۔

☆ رَمل سیکھنا اور سکھانا دونوں ناجائز اور حرام ہیں، دفع شر کے لیے اگر چہ بعض حضرات نے اجازت دی ہے مگر فتوی عدمِ جواز کا ہے۔

☆ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دُوسرے محققین اِرشاد فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے قول یا فعل میں سو اِحتمالات ہوں، ننانوے اِحتمالات کفر کے ہیں اور ایک اِحتمال ایمان کا ہے، تو تکفیر نہ کرنا چاہیے۔

☆ مردوں کے لیے شرعی لباس کی کوئی وضع قطع معین نہیں، بجز اِس کے کہ کشفِ عورت یعنی ناف سے لے کر گھٹنے تک کا کھلنا نہ ہو، اگر یہ حصہ کل یا بعض کسی لباس میں کھلتا ہے تو ناجائز ہوگا جیسے دھوتی اور ایسا لباس جو کہ غیر مسلم قوموں کا مخصوص ہو اور اُس کے پہننے سے اِس کا تشبہ ہوتا ہو تو وہ بھی حرام ہے۔

☆ ہر عورت خواہ اجنبی ہو یا رشتہ دار ذی رحم محرم ہو یا جائز النکاح اِقتداء (نماز میں) کر سکتی ہے، اور نماز ہر دو کی صحیح ہوگی، ہاں اِس کو امام کے پیچھے کھڑا ہونا ہوگا یعنی اگر ایک ہی مقتدی ہے تو امام کے داہنے نہیں کھڑی ہوسکتی اگر چہ اپنی ماں ہی ہو۔

☆ لفظ ''حق'' مختلف معنوں میں آتا ہے : (ا) واجب عقلی، جس کا ثبوت اور لزوم دلائلِ عقلیہ

قطعیہ سے ہوتا ہو اور اِس کا خلاف مستحیل اور ممنوع عقلی ہو۔ (2) واجب شرعی، جس کا ثبوت اور لزوم نص شرعی اا ور وعدۂ خداوندی کی بناء پر ہوا ہو، اگر چہ عقلاً اِس کا وجود ضروری نہ ہو۔ (3) مستحق وثابت (4) جدید اور لائق (5) مشابہ بالواجب (6) موجود صوری یعنی مشاکلۃ اور صورۃ عبارت میں جو کسی چیز کو دُوسرے کے برابر قرار دیا گیا ہو، جیسے جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا اگر چہ وہ حقیقت میں موجود نہ ہو۔ (7) احترام اور بڑائی (8) مہتم بالشان۔

☆ میں نے اپنے علم اور اِرادہ سے کبھی فوٹو نہیں کھنچوایا، میری لاعلمی میں ایسا ہو جاتا ہے، نہ میں اِس کو جائز سمجھتا ہوں۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ خود اِس کے ذمہ دار ہیں۔

☆ انسان کا اطلاق کبھی فقط جسم انسانی پر آتا ہے جیسے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ اور کبھی فقط رُوح پر آتا ہے، جیسے حدیث خَلَقَھُمْ لِلْاَ بَدِ میں، اور کبھی دونوں کے مجموعہ پر جیسے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ میں، عہد اَلَسْتُ میں بھی ذُرّیتِ انسانی سے مراد رُوح ہے۔

☆ اَنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ میں بظاہر عطف الجزء علی الکل ہے، اور ممکن ہے کہ لفظ "مِنِّیْ" اَلْمَرْءِ کے پہلے مقدر کیا جائے جیسے فَاسْئَلِ الْقَرْیَۃَ سے پہلے لفظ "اَھْلٌ" مقدر کیا گیا ہے۔ تو عطف متغایرین کا ہو جائے گا۔

☆ والدین کی اطاعت ہر اُس چیز میں واجب ہے جو کہ از قسمِ معصیت نہ ہو، لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ ۔ نیز والدین اگر غیر مسلم بھی ہوں تو اُن کی خدمت گزاری اور حسنِ معاشرت ضروری ہے۔

☆ (زیب وزینت) بھی اوّل حقوق میں سے ہے، جن کو پورا کرنا زوجین پر ایک دُوسرے کے لیے مطلوب ہے۔ (جاری ہے)

سلسلہ نمبر ۲۹

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

مکتوب گرامی

بنام مولانا محمد نافع صاحب ضلع جھنگ

محترمی و مکرمی دام مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ سے حوالے موصول ہوئے۔ خیال آتا ہے کہ وَوُلِدَتْ لَهٗ زَيْنَبُ بِنْتُ اَبِیْ هَالَةَ سے زینب بنت النبی ﷺ کی نفی مراد نہیں، ممکن ہے وہ اِنتقال کر گئی ہوں۔ اِن ہی کے نام پر جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اِن کا نام رکھ دیا ہو، یہ توجیہ ہو سکتی ہے ورنہ غلطی ہے۔

مروان کے متعلق تو یہ ہے کہ میری طبیعت میں اُس سے بُعد ہی صرف اِس وجہ سے ہے کہ اُس نے قتل طلحہؓ جیسے عظیم جرم کا اِرتکاب کیا تھا۔ جناب نے اِصابہ ملاحظہ فرمائی ہوگی۔ اَتَرْحَبُ بِیْ یَااَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَقَدْ قَتَلْتَ وَالِدِیْ میں تو مجاز ہی مراد ہے یعنی آپ کے لشکر والوں نے شہید کیا۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد نہیں ہیں۔ ایسی گڑبڑ میں وہ جرم جو چھپ کر کیا گیا ہو، ابن طلحہؓ کو کیسے معلوم ہو سکتا تھا۔

اور بَشِّرْهُ بِالنَّارِ کے کلمات میں بھی کسی کو مغالطہ ہوا ہے۔ یہی کلمات قاتل زبیرؓ کے متعلق بھی منقول ہیں اور وہ زیادہ معقول ہیں۔ اُنہیں راستہ میں اِس خبیث نے شہید

کیا تھا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی وفات زخمی ہونے کے بعد خاص بصرہ میں ہوئی ہے۔ فوراً ایک مکان لے کر اُس میں آپ کو لے جایا گیا، وہیں وفات پائی، تیر کا زخم سببِ وفات ہوا۔ مارنے والے کا اُس وقت کوئی پتہ نہ چل سکا تھا۔ سَھْمٌ غَرْبٌ اور سَھْمٌ اَرْسَلَہُ اللّٰہُ جیسے کلمات ملتے ہیں۔

مجھے تو آجکل وقت نہیں مل رہا کہ مراجعت کر کے کتاب کے حوالے عرض کروں۔ آنجناب ملاحظہ فرما کر رائے سے مطلع فرمائیں۔ وہ روایات صحیح اور صریح ہیں۔

والسلام

خواستگارِ دُعاء

حامد میاں

۲۴ فروری ۱۹۸۳ء

درسِ حدیث

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید) ہر انگریزی مہینے کے دُوسرے ہفتہ کو بعد از نمازِ عصر 5:30 بمقام X-35 فیز III ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور میں مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔

رابطہ نمبر : 0333 - 4300199 - 042 - 5027139

042 - 7726702

نوٹ : سفر کے درپیش ہونے کی بناء پر درس نہیں ہو سکے گا لہٰذا کسی بھی غیر متوقع زحمت سے بچنے کے لیے مقررہ تاریخ سے ایک دن پہلے خواتین فون پر رابطہ کر کے درس حدیث کے انعقاد کی ضرور تصدیق کر لیا کریں۔ شکریہ

حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہم (فاضل دارُالعلوم دیوبند و مدیر مجلّہ زمزم، انڈیا) کی پاکستان آمد ہوئی۔ حضرت ۷؍جون ۲۰۰۷ء کو جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور بھی تشریف لائے۔ اِس موقع پر آپ نے جامعہ کے اَساتذہ کرام اور طلباء سے مفصل خطاب فرمایا۔ آپ کا یہ قیمتی بیان قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

طلباءِ دین اور مدارسِ دینیہ کی اہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ. وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ. وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہ، اَوْ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ .

حضراتِ علمائے کرام، حضراتِ اَساتذہ، طلباءِ عزیز! میں اِس قدر تھکا ہوا ہوں اور کل مجھے سفر کرنا ہے، سفر بھی سوار ہے۔ اِس وقت مجھ میں بات کرنے کی قطعًا ہمت نہیں ہے۔ آپ حضرات کی محبت اور اِکرام کی یہ بات ہے کہ آپ نے مجھے موقع دیا، میں یہاں آیا۔ الحمد للہ مدرسہ کو دیکھ کر کے خوشی ہوئی، بڑی تعداد طلباء کی اور شروع سے لے کر کے آخر تک کی جماعتیں دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ آپ اپنے اَساتذہ سے اِستفادہ کریں، کرتے رہیں یہ آپ کے لیے سعادت کی بات ہے۔ ہم لوگوں کا تو آنا جانا ہوتا رہتا ہے، اصل آپ کے اساتذہ ہیں اور اُن کا اِکرام ہے، اُن کا اِحترام ہے، اُن سے فائدہ اُٹھانا ہے۔ باہر سے لوگ آتے ہیں تھوڑی دیر کے لیے، چلے جاتے ہیں، فائدہ تو آپ کو اِن سے اُٹھانا ہے۔

طلباء کرام پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم :

دوستو! اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا یہ خاص فضل ہے، کرم ہے، اِحسان ہے، آپ سب حضرات پر کہ اللہ نے آپ حضرات کو ایسی جگہ پر لا کر کے رَکھ دیا ہے جہاں سے دین کی اِشاعت اور دین کی حفاظت کا اِنتظام ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا جن اَفراد پر، جن لوگوں پر، جن اَشخاص پر خاص کرم ہوتا ہے پروردگارِ عالَم اُنہی کو اِن

جگہوں پر بھیجتے ہیں۔ گورنمنٹ کے کالجز، یونیورسٹیاں، جہاں انگریزی تعلیم ہوتی ہے، بڑی بڑی لوگوں کو دُنیاوی ڈگریاں ملتی ہیں، وہاں پر تو ہر قسم کے لوگ جاتے ہیں، ہندو جاتا ہے، مسلمان جاتا ہے، سِکھ جاتا ہے، عیسائی جاتا ہے۔ ڈاکٹر بننے کے لیے، اِنجینئر بننے کے لیے، دُنیاوی بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرنے کے لیے، کوئی امتیاز نہیں ہے ہر آدمی جاتا ہے، نہ کافر کا اِمتیاز، نہ مؤمن کا اِمتیاز، نہ مسلم کا اِمتیاز، نہ غیر مسلم کا اِمتیاز، لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی حدیثِ پاک حاصل کرنے کے لیے اللہ نے آپ کا اِنتخاب کیا ہے، ڈاکٹر نہیں آئے گا، غیر مسلم نہیں آئے گا، اِس لیے کہ اللہ کو آپ سے دین کی حفاظت کرانی مقصود ہے، دین کی دعوت کو آپ ٹھہرانے والے انشاء اللہ ہوں گے۔

دین کی حفاظت ہمیشہ دینی مدارس سے ہوئی ہے :

اور اِنہی مراکز سے ہمیشہ دین کی حفاظت ہوئی ہے، پہلے بھی ہوئی اور آج بھی ہوئی۔ پہلے بھی ہمارے وہ اَکابر جو اِنہی درسگاہوں کے فاضل تھے اُنہوں نے دین کی حفاظت فرمائی، دین کی خدمت کی، دین کی اِشاعت کی، کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی تعلیم کو عام کیا اور جب کبھی کوئی فتنہ اُٹھا دین کے خلاف تو اُنہوں نے فتنہ کا مقابلہ کیا۔ آپ دیکھو گے کہ کوئی دینی فتنہ اُٹھتا ہے تو یونیورسٹیوں سے اُس کے خلاف آواز اُٹھانے والے آپ کو نظر نہیں آئیں گے، کالجوں سے اُس کے خلاف آواز نہیں اُٹھے گی لیکن اللہ کے دین کے خلاف جب کوئی بات کرتا ہے تو مدارسِ دینیہ، مدارسِ عربیہ، مراکزِ عربیہ اور مراکزِ دینیہ جو ہوتے ہیں وَہیں سے آواز اُس کے خلاف اُٹھتی ہے اِس لیے کہ اللہ نے اُنہی کو دین کے کام کے لیے منتخب کیا ہے۔

تو دوستو! یہ بڑی عجیب نعمت ہے، یہ بڑا اللہ کا اِحسان ہے ہم لوگوں پر، آپ حضرات پر کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین کے کام میں لگایا ہے۔ اور اِسی وجہ سے دوستو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ یہ خیریت کی بشارت اللہ کے رسول ﷺ نے ڈاکٹری پڑھنے والے کو، جغرافیہ پڑھنے والے کو، سائنس پڑھنے والے کو نہیں دی۔ اللہ کے رسول ﷺ کی زبانِ پاک پر یہ جو بشارت آئی ہے یہ کس کے لیے آئی ہے؟ آپ حضرات کے لیے ہے، اُن لوگوں کے لیے جو دین کی تعلیم حاصل کرنے والے ہیں اور جو دین کی تعلیم دُوسروں کو بتلانے والے اور سکھلانے والے ہیں۔ ''خَیْرُکُمْ'' تم میں کا بہتر اِنسان وہ ہے۔

حقیقی اور واقعی معلم و متعلم کون ہیں ؟

اَب یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خیریت اور یہ بشارت کس کے لیے دی؟ کون واقعۃً متعلم ہے؟ کون واقعۃً معلم ہے؟ کیا ہر پڑھنے والا ، ہر پڑھانے والا؟ تو ہر پڑھنے اور پڑھانے والا نہیں، ہر وہ شخص نہیں جو قرآن پڑھ رہا ہے، پڑھا رہا ہے، جو دین پڑھ رہا ہے اور پڑھا رہا ہے اُس کے لیے یہ بشارت نہیں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے خیریت کی بشارت ایک خاص گروہ کے لیے، خاص جماعت کے لیے، کچھ خاص اَفراد کے لیے دی ہے سب کے لیے نہیں دی۔ آپ تعجب کریں گے کہ مولانا صاحب کیا بات کہہ رہے ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے یہ نہیں فرمایا خَیْرُکُمْ مَّنْ عَلِمَ الْقُرْآنَ تم میں کا بہتر اِنسان وہ ہے جو قرآن کو جان لے۔ عَلِمَ کا لفظ اِستعمال نہیں کیا ہے۔ کونسا لفظ اِستعمال کیا ہے تَعَلَّمَ کا لفظ اِستعمال کیا ہے۔ عَلِمَ یَعْلَمُ کے معنٰی ہیں جان لینا۔ جیسے کہ آدمی جان لیوے کتاب پڑھی اُردو کی، انگریزی کی، کوئی دینی مسئلہ جان جائے، کوئی قرآن کی بات جان لی، کوئی شریعت کی بات جان لی، عَلِمَ جان لیا تو عَلِمَ پر یہ بشارت نہیں ہے بشارت کس پر ہے مَنْ تَعَلَّمَ ، تَعَلَّمَ یَتَعَلَّمُ تَعَلُّمًا یہ کس باب سے ہے بھائی؟ بابِ تفعُّل سے ہے۔ تفعُّل کی خصوصیت اور مزیت کیا ہے بھائی؟ بابِ تفعُّل کی خاصیتوں میں سے خاصیتِ تکلُّف ہے خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ کا مطلب کیا ہوا؟ اَیْ خَیْرُکُمْ مَّنْ تَحَمَّلَ الْمَشَاقَّ فِیْ سَبِیْلِ الْعِلْمِ وَجَاھَدَ فِیْ سَبِیْلِ الْعِلْمِ وَسَھِرَ اللَّیَالِیَ فِیْ سَبِیْلِ الْعِلْمِ وَضَحّٰی بِجَمِیْعِ مَا عِنْدَہٗ مِنَ الرَّاحَۃِ فِیْ سَبِیْلِ الْعِلْمِ بات سمجھ میں آرہی ہے؟ یعنی جو آدمی کہ اپنی راحت کو تج دیوے، مشقتیں اُٹھائے، محنت اُٹھائے اور راتوں کو جاگے، ہر طرح کی پریشانیوں کو برداشت کرے، ہر طرح کی مصیبتوں کو برداشت کرے، علم کے راستے کے اَندر ہر طرح کی قربانی کو پیش کرے، راحت اور آرام کو قربان کرے، تب جاکر کے وہ متعلم بنے گا اُس کے لیے خیریت ہے۔ وہ قرآن حاصل کرسکتا ہے۔

مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ میں قرآن سے مراد علومِ شرعیہ ہیں :

قرآن سے مراد ہیں علومِ شرعیہ۔ شریعت کے تمام علوم، یہ عنوان ہے مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ قرآن کیا ہے؟ عنوان ہے کس کا؟ تمام تفاسیر شرعیہ کا، جیسے کوئی مضمون لکھا جاتا ہے تو عنوان تو مختصر ہوتا ہے، اُس کے اندر کوئی ترتیب ہوتی ہے، اِسی طریقے سے مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ جو خالی قرآن

کا حافظ بن جائے نہیں، یہ تو عنوان ہے، چونکہ تمام ِعلوم ِشرعیہ کی اصل اور جڑ کونسی چیز ہے؟ قرآن ہے، اِسی سے جو ہے سارے علوم نکلے ہیں، تو سارے علوم ِشرعیہ مراد ہیں، چاہے اُس میں نحو ہو، صرف ہو، جو بھی معاون و مددگار ہو جائے اللہ کے رسول ﷺ کی شریعت کا علم حاصل کرنے کے لیے اور قرآن کا علم حاصل کرنے کے لیے۔ تو ایسے شخص کے لیے یہ بشارتیں ہیں مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ جس نے کہ مشقتیں برداشت کیں، راحت برداشت کی، وہ جا کر کے جو ہے متعلم کہلانے کے لائق ہوا، اُس کے لیے ہے یہ بشارت۔ تو گویا اللہ کے رسول ﷺ نے رہنمائی فرما دی، بتلا دیا اِس مختصر سے جملے کے اندر کہ علمِ شریعت اُسی کو حاصل ہوگا، قرآن کا نور اُسی کو حاصل ہوگا، وہی حقیقت میں بشارت کا، خیریت کا مستحق ہوگا جو واقعۃً دن رات اپنی جان کھپائے، راحت کو قربان کرے، مشقتیں برداشت کرے علم کے راستے میں، بات سمجھ میں آ رہی ہے؟

اور اِسی طریقے سے اللہ کے رسول ﷺ نے جب متعلم کے لیے رہنمائی فرمائی تو معلم کو کیسے چھوڑ دیتے، معلم کو بھی اللہ کے رسول ﷺ نے متنبہ فرمایا اور اِس کے لیے بھی رہنمائی فرمائی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ اَفْصَحُ الْفُصَحَآءْ ہیں۔ آپ ﷺ کا ایک ایک جملہ حقائق اور معانی سے لبریز ہوا کرتا تھا بس غور و فکر کی ضرورت ہوتی تھی۔ تو فرمایا خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہ، پہلے جملے کے اندر بشارت کے مستحق طلباء کرام تھے اور علم حاصل کرنے والے۔ اور اِس طرح علم حاصل کرنے والے کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے لفظِ تَعَلَّمَ میں اُس کی رہنمائی فرما دی کہ تَعَلَّمَ اور یہاں کیا فرمایا کہ تم میں کا بہتر انسان وہ ہے جو قرآن سیکھے اور اُس کو سکھلائے۔ عَلَّمَہ، کے اندر جو معلم ہے، اُستاد ہے اُس کے لیے ہدایت ہے۔ یہ نہیں فرمایا آپ ﷺ نے کہ خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَاَعْلَمَہ، اِعلام نہیں فرمایا کہ تم میں کا بہتر انسان وہ ہے جو سیکھے اور لوگوں کو آگاہ کر دے، مطلع کر دے، بتلا دیوے، نہیں۔ اِعلام کہتے ہیں آگاہ کر دینا، بتلا دینا، مطلع کر دینا، واقف کرا دینا، واقف کرا دینے کا نام معلم نہیں ہے کہ مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں یہ لکھ دیا ہے، اور ظِلال القرآن میں سید قطب نے یہ لکھ دیا ہے، حضرت تھانویؒ نے بیان القرآن میں یہ لکھ دیا ہے، یہ واقف کرانا ہے۔ یہ تعلیم نہیں ہے، واقف کرا دینا ہے، اِمام سیوطیؒ نے یہ لکھ دیا ہے، معارف القرآن میں مفتی شفیع صاحبؒ نے یہ لکھ دیا ہے، یہ جو ہے واقف کرانا ہے، بتلا دینا ہے، آگاہ کر دینا ہے تعلیم نہیں ہے۔ تو پھر تعلیم کیا ہے؟ معلم کون بنے گا؟ بشارت کا مستحق کون ہے؟ تو اللہ کے رسول ﷺ کے الفاظِ پاک میں آپ

غور فرمائیں، آپ نے کیا فرمایا خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہ'. عَلَّمَ یُعَلِّمُ تَعْلِیْمًا کس سے ہے جی؟ بابِ تفعیل سے ہے اور تَفْعِیْلٌ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت کیا ہے؟ مبالغہ، ایک خصوصیت کیا ہے؟ مبالغہ، قَطَعَ یَقْطَعُ قَطْعًا کاٹنا اور قَطَّعَ یُقَطِّعُ تَقْطِیْعًا خوب خوب کاٹنا۔ کَسَرَ یَکْسِرُ کَسْرًا توڑنا اور کَسَّرَ یُکَسِّرُ تَکْسِیْرًا خوب خوب توڑ دینا قَصَمَ یَقْصِمُ قَصْمًا چور چور کرنا اور قَصَّمَ یُقَصِّمُ تَقْصِیْمًا چورا چورا کر دینا۔ تو تفعیل کی خصوصیات میں سے ایک خاصیت کیا ہے، مبالغہ یعنی معلم وہی ہوگا، خیریت کا مستحق وہی ہوگا، وہی اُستاد کہلانے کے لائق ہوگا جو اپنی ساری توجہ بچوں کے ساتھ، طالب علموں کے ساتھ اِس طرح پر لگا دیوے کہ اُن کی زندگی کے بنانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھے۔

اگر پڑھانے کے لیے مطالعہ کی ضرورت ہے تو مطالعہ کرے، محنت کی ضرورت ہے تو محنت کرے۔ طلباء کی نگرانی کی ضرورت ہے تو طلباء کی نگرانی کرے۔ گویا کہ پوری توجہ اور اِنہاک ہو طلباء کی ذات کے ساتھ اور اُن کی تعلیم کے ساتھ، ایسا مُعلم مُعلم ہوگا اور وہی خیریت اور بشارت کا مستحق ہوگا۔ جو صرف ڈیوٹی پوری کرے، تنخواہ لیتا رہے، مزے اُڑاتا رہے اور آیا اور بیٹھ کر تقریر کر کے چلا جائے، چاہے طلباء نے سمجھا کہ نہیں سمجھا، اُنہوں نے کچھ پایا کہ نہیں پایا، تو ایسا کرنے والے کا نام معلم نہیں رکھا جائے گا، نہ وہ بشارت کا مستحق ہوگا، تو پہلے حصہ میں اللہ کے رسول ﷺ نے متعلم اور علم حاصل کرنے والے کے لیے بتلایا کہ کیسے وہ بشارت کا مستحق ہوگا اور کون ہوگا؟ اُن کے لیے رہنمائی ہے اور دُوسرے حصے میں معلم کے لیے رہنمائی ہے کہ ہر آدمی معلم کہلانے کے لائق نہیں ہوگا جب تک کہ واقعۃً وہ بچوں کے ساتھ پوری توجہ اور اِنہاک کے ساتھ لگا نہ رہے۔ تو جب اِس طرح سے پڑھا جاتا تھا اور پڑھایا جاتا تھا دوستو، تب اِن مدارسِ عربیہ کے اندر وہ لوگ پیدا ہوا کرتے تھے جو اپنے وقت کے غزالی ہوا کرتے تھے، اپنے وقت کے وہ رُومی ہوا کرتے تھے اور اپنے وقت کے بڑے محدث ہوا کرتے تھے اور بڑے مفسر ہوا کرتے تھے۔ ایک طرف تقوی اور طہارت میں بھی اُن کا درجہ بہت بلند ہوا کرتا تھا۔ دُوسری طرف اِستعدادِ علمی میں بھی اپنے زمانے کے اِمام ہوا کرتے تھے اور پھر اللہ اُن سے خدمت لیا کرتا تھا دین کی۔

دین کی خدمت کون کرسکتا ہے ؟

دین کی خدمت دوستو وہی کرسکتا ہے جس کی اِستعداد بھی پختہ ہو اور جس کا باطن بھی پاک اور

صاف ہو۔ اِسی وجہ سے قرآنِ پاک میں فرمایا گیا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اے ایمان والو تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ سچوں کے ساتھ، سچوں کی صحبت اِختیار کرو۔

سچّے لوگ کون ہوتے ہیں ؟

دوستو سچے کون لوگ ہوا کرتے ہیں؟ سچے وہ لوگ ہوا کرتے ہیں جن کا عقیدہ بھی دُرست ہو عقیدہ کے اِعتبار سے، جن کا عمل بھی درست ہو عمل کے اِعتبار سے، وہ سچے ہوں گے جن کا اَخلاق بھی دُرست ہو اَخلاق کے اِعتبار سے۔ وہ سچے ہوں گے جن کی شکل وصورت بھی سچّی اور دُرست ہو اور شکل و صورت کے اِعتبار سے بھی وہ مؤمن اور مسلم کہلانے کے لائق ہوں۔ ایسے لوگوں کی صحبت اِختیار کرو جن کی زندگی پاک وصاف ہو، تقوی وطہارت والی ہو، اللہ اللہ کرنے والی زندگی ہو۔ تو جب علم پختہ ہوگا، صلاحیت پختہ ہوگی اور اُسی کے ساتھ ساتھ اللہ والوں کی صحبت میں رہ کرکے اور سچوں کی صحبت میں رہ کر کے اپنے دل کی دُنیا بھی بدلی ہوئی ہوگی اور آباد ہوگی دوستو تو آدمی دین کا داعی بنتا ہے اور دین کا خدمت گزار بنتا ہے، دین کا مجاہد بنتا ہے اور دین کا سپاہی بنتا ہے۔

اَکابر علماءِ دیوبند کیسے تھے ؟

ہمارے اَکابر ایسے ہی تھے۔ وہ صرف مولوی ہی نہیں تھے، صرف پڑھنے والے نہیں تھے، وہ حقیقت میں متعلم تھے، پھر بعد میں وہ معلم تھے، پھر بعد میں وہ لوگ جو ہیں ربانیین کے گروہ کے لوگ تھے۔ تو ہم دوستو! اُسی قافلہ کے پیچھے پیچھے چلنے والے ہیں اور اُسی کے نقشۂ پا کو ہم اپنی زندگی کے لیے نمونہ بنانے والے ہیں، اِس لیے ہماری زندگی بھی اپنے اَکابر کی زندگی کے طرز کی ہونی چاہیے اِس کا خیال رکھو اِس لیے کہ زمانہ فتنوں کا ہے دوستو۔ زبردست فتنوں کا زمانہ ہے، شیطانی قوتیں اور فرعونی طاقتیں اِسلام کے خلاف، مسلمانوں کے خلاف، اللہ کے خلاف، اللہ کے دین کے خلاف اِکٹھی اور مجتمع ہوگئی ہیں اور آپ ہی اللہ کے دین کے مجاہد ہیں اور سپاہی ہیں۔

مدارسِ دینیہ چھاؤنیاں ہیں :

یہ مدارسِ دینیہ اللہ کی اِس سرزمین کے اُوپر چھاؤنیاں ہیں جہاں لشکرِ اِسلام تیار ہوتا ہے اور جہاں

مجاہدینِ اسلام تیار ہوتے ہیں، یہ سعادت اِنہی چھوٹے چھوٹے مدرسوں کو اور اِنہی معمولی معمولی کپڑے پہننے والوں کو حاصل ہے۔ شاندار بلڈنگ میں رہنے والے اور کالج میں پڑھنے والے اور بڑے بڑے اُونچے منصب حاصل کرنے والوں کو یہ بات حاصل نہیں ہے۔

تو دوستو! ایک بات تو یہ ہے جو مجھے کہنی تھی کہ آج کے زمانے کے اندر ہمیں اپنی زندگی ایسی بنانی چاہیے اَخلاق اور اَعمال کے اِعتبار سے کہ ہم دُوسروں کے لیے نمونہ بن جائیں اور دُوسرے دیکھ کر کے کہیں کہ ہاں واقعۃً اللہ کا سپاہی ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ اللہ کا علم، اللہ کے دین کا علم حاصل کرنے والا ایسا ہوا کرتا ہے۔ ہماری نگاہ پاک ہو، ہماری زبان پاک ہو، ہمارے کان پاک ہوں، ہماری زندگی پاک ہو، ہماری زندگی میں معصیت کا اَثر کم سے کم ہو اور اگر گناہ ہو جائے تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں توبہ کی توفیق عنایت فرمائیں۔ ہماری زندگی اِس طرز سے گزرنی چاہیے دوستو تب جا کر کے ہم کچھ کام کے آدمی بنیں گے ورنہ اللہ اللہ خیر صَلاّ۔ پھر اگر ہم نے اپنی زندگی ایسی نہیں گزاری تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ یہ کام دُوسروں سے لے لے گا، اللہ کو اپنے دین کی حفاظت کرنی ہے۔

آج کے فتنوں میں سے بڑا فتنہ ؟

اور دوستو! آج کے فتنوں میں سے بہت بڑا فتنہ یہ ''سلفیت اور غیر مقلدیت'' کا ہے۔ یہ اپنے آپ کو ''اہلِ حدیث'' کہتے ہیں اور قرآن وحدیث کا نام زیادہ لیتے ہیں اور اِس طرح پر عوام کو گمراہ کرتے ہیں کہ ہم قرآن کو ماننے والے ہیں، ہم حدیث کو ماننے والے ہیں بقیہ دُنیا کے لوگ جو ہیں وہ فقہ کو ماننے والے ہیں، فقہ کے درجات کچھ اور ہیں۔ قرآن اور حدیث کا مقابلہ تو وہ نہیں کر سکتی۔ تو دوستو! یہ زبردست قسم کی ایک گمراہی ہے جس میں وہ خود بھی پڑے ہوئے ہیں اور دُوسروں کو بھی اُس میں لانا چاہتے ہیں۔ تو اِس فتنے کو سمجھنا چاہیے۔

اللہ نے اِس گروہ کو اپنی رحمت سے دُور کر دیا ہے :

اور اللہ نے اِس گروہ کو اپنی رحمت سے یوں دُور کر دیا ہے کہ اِس کی زبان اللہ والوں کے خلاف کُھلنے لگی ہے۔ صحابۂ کرامؓ کے بارے میں یہ جَری ہو گئے ہیں، ائمہ دینؒ کے بارے میں یہ جَری ہو گئے ہیں، محدثینِ کرامؒ کے بارے میں یہ جَری ہو گئے ہیں، صوفیائے عظامؒ کے بارے میں یہ جَری ہو گئے ہیں، اللہ اللہ کرنے والوں کے بارے میں اُن کی زبان بالکل آزاد ہے، بے لگام ہے۔

تو ایسے لوگ جو اللہ کے رسول ﷺ کے سچے متبعین کو اپنی زبان اور اپنی غرض کا نشانہ بنائیں ایسے لوگ اللہ کے رسول ﷺ کی جماعت میں شامل ہونے والے نہیں ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا تو جو توقیر نہ کرے بڑوں کی، جو اِحترام نہ کرے بڑوں کا، جو کافر کہے، مشرک کہے اللہ اللہ کرنے والوں کو، تو وہ اللہ کے رسول ﷺ کی جماعت میں سے کیسے ہو سکے گا؟ جن کو اللہ کے رسول ﷺ نے اپنا کہا اور جنہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے دین کی خدمت کرنے میں پوری زندگی گزار دی اُن کے یہ دُشمن بنے ہوئے ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ جس سے پیار کریں اُس سے دُشمنی کرنا بہت بُری بات ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے حدیثِ قُدسی میں فرمایا مَنْ عَادَالِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ جو میرے ولی سے دُشمنی کرتا ہے میں اُس سے اعلانِ جنگ کر دیتا ہوں۔ تو آج کل یہ غیر مقلدین اللہ اِن کے حالِ زار پر رحم فرمائے، یہ جو ہیں اَولیاء اللہ کے خلاف اور تصوف کے خلاف اِنہوں نے معرکے جمائے ہیں، اِن کی زبانیں چل رہی ہیں اور اِن لوگوں کو گمراہ کہہ رہے ہیں اور تصوف کو گمراہی کی جڑ قرار دے رہے ہیں، تو اللہ اِن سے حفاظت فرمائے۔

اور ایک بات میں آپ کو بتلا دوں یہ کہتے ہیں کہ قرآن پر عمل کرو، حدیث پر عمل کرو اور فقہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کسی حدیث میں، کسی اپنے فرمان میں یہ نہیں کہا ہے کہ اے لوگو! میری حدیث پر عمل کرو۔ اِنہوں نے اپنا نام اہلِ حدیث رکھ رکھا ہے۔ اہلِ حدیث کا کیا مطلب ہے یعنی یہ ظاہر یہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہم لوگ حدیث پر عمل کرنے والے ہیں، ہم لوگ اہلِ حدیث ہیں اور تم لوگ اہلِ فقہ ہو۔ تو ہم لوگ واقعۃً ہیں اہلِ فقہ، فقہ کے مسائل پر عمل کرتے ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا بھی ہے کہ اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا اِرادہ کرتا ہے یُفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ تو اللہ تعالیٰ اُس کو دین کے اندر فقیہ بنا دیتا ہے۔

ہمیں اہلِ فقہ ہونے پر فخر ہے :

تو ہمیں تو اہلِ فقہ ہونے پر فخر ہے، کیوں؟ اِس لیے کہ فقہ نچوڑ ہے کتاب اللہ کا، سنتِ رسول اللہ کا اور اَقوالِ صحابہ ؓ کا، تو ہمیں تو اِس پر فخر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے کہیں نہیں فرمایا کہ میری حدیث پر عمل کرو :

لیکن آپ جو اپنے آپ کو اہلِ حدیث کہتے ہیں کہ ہم اہلِ حدیث ہیں تو اہلِ حدیث کا اگر یہ مطلب

ہے کہ ہم حدیث پرعمل کرنے والے ہیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے کہیں پر بھی یہ نہیں فرمایا کہ اے لوگو! تم میری حدیث پرعمل کرو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کیا فرمایا ہے کہ اے لوگو! میری سنت پرعمل کرو، حدیث پر عمل کونہیں فرمایا ہے۔ کیا فرمایا ہے؟ میری سنت پرعمل کرو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ جو میری سنت کو مضبوطی سے پکڑے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِی فَلَیْسَ مِنِّیْ جو میری سنت سے اِعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہوگا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ اے لوگو! تم میری سنت پرعمل کرو۔ تو سنت پرعمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ مَنْ اَحْیَا سُنَّتِیْ جس نے میری سنت کو زندہ کیا۔ تو سنت کا لفظ اِستعمال کیا اور حدیث کا لفظ کہیں نہیں اِستعمال کیا ہے۔ کیوں؟

ہر حدیث قابلِ عمل نہیں ہوتی :

اِس لیے حدیث کا لفظ نہیں اِستعمال کیا ہے کہ ہر حدیث قابلِ عمل ہوتی ہی نہیں۔ عمل سے اُس کا کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ کے رسول ﷺ کی عمر حدیث شریف میں آتی ہے کہ تریسٹھ سال تھی۔ حدیث ہے لیکن اِس کا عمل سے کیا تعلق؟ بات تو معلوم ہوگئی کہ اللہ کے رسول ﷺ کی عمر شریف اِتنے سال کی تھی لیکن عمل سے اِس کا کیا تعلق ہے۔

حدیثِ پاک میں ہے اللہ کے رسول ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو سب سے زیادہ محبت ابوبکرؓ سے ہے۔ یہ حدیث تو ہے لیکن اِس کا عمل سے کیا تعلق ہے؟ محبت تو معاملہ ہوا کرتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ جب چلا کرتے تھے تو آپ کا قد سب سے اُونچا معلوم ہوا کرتا تھا۔ یہ حدیث تو ہے لیکن عمل سے اِس کا کیا تعلق ہے۔ بدر میں صحابۂ کرامؓ کی تعداد کتنی تھی؟ حدیث تو ہے لیکن عمل سے اِس کا کیا تعلق ہے؟ اُحد میں اِتنے صحابۂ کرامؓ شہید ہوئے، حدیث تو ہے لیکن عمل سے اِس کا کیا تعلق ہے؟ تو معلوم یہ ہوا کہ بہت سی اَحادیث اَحادیث تو ہوں گی اِس لیے کہ محدثین نے اُن کو حَدَّثَنَا حَدَّثَنَا کہہ کر کے بیان کیا ہے اور وہ چیزیں اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب ہیں تو حدیث تو وہ ہوں گی لیکن عمل سے اُن کا کوئی تعلق نہیں۔

سنت اور حدیث کے درمیان کونسی نسبت ہے ؟

سنت اور حدیث کے اندر کونسی نسبت ہے؟ ہم تو مولوی ہیں بھائی، طالب علم ہیں تو ذرا سا درس

بھی ہو جاتا ہے، کونسی نسبت ہے؟ عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔ کہ ہر سنت تو حدیث ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے وضو کیا، بعض اعضاءِ وضو کو دھویا یہ سنت بھی ہے، حدیث بھی ہے۔ سنت ہے تو ہمیں عمل کرنا ہے، حدیث ہے اِس لیے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا عمل اِس میں نقل کیا گیا ہے۔ وضو میں بسم اللہ پڑھنا ہے، یہ سنت بھی ہے حدیث بھی ہے۔ تو بعض چیزیں سنت بھی ہیں اور حدیث بھی ہیں اور بعض چیزیں صرف حدیث ہیں سنت نہیں ہیں، تو کونسی نسبت ہوگئی؟ عام خاص مطلق کی نسبت۔ تو اہلِ حدیث یہ اپنے آپ کو کہتے ہیں اِس لیے کہتے ہیں کہ اُن کو سنت سے واسطہ نہیں رہتا ہے، بات سمجھ میں آتی ہے۔ اِس لیے کہ ''سنت'' میں اللہ کے رسول ﷺ کی سنت بھی داخل ہے اور اللہ کے رسول کے فرمان کے مطابق خلفائے راشدین کی بھی سنت داخل ہے۔ اِسی وجہ سے اہلِ سنت والجماعت اُن ہی کو کہا جاتا ہے جو کہ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کے ساتھ ساتھ خلفاء راشدین کی سنت کو بھی مضبوطی سے تھامیں اور پکڑیں۔ ایسا نہیں ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسا آدمی اہلِ سنت والجماعت میں سے شمار کیا جائے جو خلفاء راشدین یا صحابۂ کرامؓ کے عمل کو بدعت قرار دے اور اُن کی سنت کا اِنکار کرے۔ اور دیکھو اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے خلفاء راشدین کی سنت کا کتنا اِہتمام تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو معلوم تھا کہ ایک فرقہ پیدا ہوگا جو خاص طور پر خلفاء راشدین کی سنت کو اپنا نشانہ بنائے گا۔

بعد میں کیا فرمایا عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ. تَمَسَّکُوْا بِهَا کہ بہت مضبوطی سے تھام لو، کس کو تھامو؟ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کو؟ دانت سے مضبوطی سے پکڑو کس کی سنت کو؟ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کے بارے میں نہیں فرمایا جارہا ہے اِس لیے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت پر بلا اِختلاف عمل کرنا ہی ہے کون اِس کا منکر ہوگا؟ جو اِس کا منکر ہوگا اُس کے جہنمی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت بھی قابلِ عمل ہے کہ نہیں ہے؟ تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تَمَسَّکُوْا بِهَا، بِهِمَا نہیں فرمایا بِهِمَا فرماتے تو ضمیر لوٹتی کس کی طرف؟ دونوں کی طرف لوٹتی۔ اللہ کے رسول کی سنت کی طرف اور خلفائے راشدین کی سنت کی طرف۔ لیکن بطورِ خاص فرمایا تَمَسَّکُوْا بِهَا اَیْ تَمَسَّکُوْا بِسُنَّةِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ وَعَضُّوْا عَلَیْهَا دانتوں سے پکڑو۔ عَلَیْهِمَا نہیں فرمایا عَلَیْهَا فرمایا۔ (باقی صفحہ ۳۴)

مگر تنقید آقا ﷺ پر گوارہ کر نہیں سکتا

﴿ جناب آثر جونپوری ﴾

شہ جن و بشر پر شر ، گوارہ کر نہیں سکتا
کہ حملہ ذاتِ عالی پر گوارہ کر نہیں سکتا

گو اپنی ذات پر تو ہر ستم سہ جائے گا مسلم
مگر تنقید آقا پر گوارہ کر نہیں سکتا

چُبھے سرکار کے پیروں میں کانٹا بھی تو پھر مؤمن
سلامت رکھے اپنا سر ، گوارہ کر نہیں سکتا

دِل نقادِ آقا کی شقاوت ، قابلِ ماتم
کہ ایسی بات تو پتھر ، گوارہ کر نہیں سکتا

رہے گو زیرِ خنجر سر میرا ، تسلیم ہے لیکن
عقیدت پر چلے نشتر ، گوارہ کر نہیں سکتا

نشانہ رطب و یابس کا بنائے شاہِ بطحا کو
وہی جو خود پہ خشک و تر ، گوارہ کر نہیں سکتا

خود اپنی موت کو روباہِ بزدل نے پُکارا ہے
کہ یہ للکار شیرِ نر ، گوارہ کر نہیں سکتا

میں اپنی جاں لُٹا سکتا ہوں ناموسِ رسالت پر
مگر گستاخی سرور ، گوارہ کر نہیں سکتا

امام الانبیاء کی شانِ اقدس میں یہ بے باکی
صحافت اِس قدر خود سر ، گوارہ کر نہیں سکتا

آثر میں جسمِ خاکی کو تو کرسکتا ہوں زیرِ خاک
مگر گردِ رُخِ انور ، گوارہ کر نہیں سکتا

قسط : ۱۸

اَللَّطَائِفُ الْاَحْمَدِیَّہ فِی الْمَنَاقِبِ الْفَاطِمِیَّہ رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب

﴿ حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

کرامت حضرتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا :

(٦٠) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی عِنْدَ الْکَعْبَۃِ وَجَمْعُ قُرَیْشٍ فِیْ مَجَالِسِھِمْ اِذْ قَالَ قَائِلٌ مِّنْھُمْ اَلَا تَنْظُرُوْنَ اِلٰی ھٰذَا الْمَرَائِیِّ اَیُّکُمْ یَقُوْمُ اِلٰی جَزُوْرِ اٰلِ فُلَانٍ فَیَعْمِدُ فَرْثَھَا وَدَمَھَا وَسَلَاھَا ثُمَّ یُمْھِلُہٗ حَتّٰی اِذَا سَجَدَ وَضَعَہٗ بَیْنَ کَتِفَیْہِ فَانْبَعَثَ اَشْقَاھُمْ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَہٗ بَیْنَ کَتِفَیْہِ وَثَبَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا فَضَحِکُوْا حَتّٰی مَالَ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ مِنَ الضِّحْکِ فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقٌ اِلٰی فَاطِمَۃَ فَاَقْبَلَتْ تَسْعٰی وَثَبَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ سَاجِدًا حَتّٰی اَلْقَتْہُ عَنْہُ وَاَقْبَلَتْ عَلَیْھِمْ تَسُبُّھُمْ فَلَمَّا قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ الصَّلٰوۃَ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِقُرَیْشٍ ثَلٰثًا اِلٰی آخِرِ الْحَدِیْثِ . (متفق علیه)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے کعبہ کے پاس اِس حال میں کہ ایک جماعت قریش اپنی مجلسوں میں تھی (اور وہ مجالس حرم شریف میں تھیں) ناگاہ کسی کہنے والے نے اُن میں سے کہا تم نہیں دیکھتے ہو اِس (حضور سرورِ عالم ﷺ) ریا کرنے والے کی طرف (اور یہ بات ابوجہل نے کہی تھی) تم میں سے کون شخص ہے کہ جاوے طرف اُونٹ ذبح کیے ہوئے فلاں قبیلہ کے (کسی

قبیلہ میں اُونٹ ذبح کیا گیا تھا) پس لاوے اُس کی لید اور خون اور وہ کھال جس میں بچہ ہوتا ہے پھر اُن چیزوں کو رکھے یہاں تک کہ جس وقت آنحضرت ﷺ سجدہ کریں تو آپ کے دوشانوں کے بیچ میں ڈال دے۔ سو اُٹھا اُن میں کا بدبخت بڑا اشقی پھر جب حضرت ﷺ نے سجدہ کیا تو اُس نے اُن چیزوں کو آپ کے دونوں کندھوں کے بیچ میں رکھ دیا اور حضور سرورِ عالم ﷺ اپنی جگہ پر ثابت رہے سجدہ کی حالت میں۔ پس ہنسے وہ مشرک، یہاں تک کہ ہنسنے کی وجہ سے بعض اُن میں کا بعض کی طرف جھک گیا، پھر گیا ایک جانے والا (اور وہ ابن مسعودؓ تھے) حضرت فاطمہؓ کے پاس (اور آپ کو اِس حال سے خبر دی اور آپ چھوٹی عمر کی تھیں اُس وقت) سو آپ دوڑتی ہوئی تشریف لائیں اور حضور ﷺ بدستور سجدہ میں ثابت قدم رہے یہاں تک کہ وہ چیزیں حضور ﷺ کے اُوپر سے ہٹادیں اور حضرت فاطمہ ؓ اُن مشرکوں کی طرف متوجہ ہوئیں اور اُن کو جھڑکا اور ڈانٹا۔''

یہ مضمون طویل ہے بقدرِ ضرورت نقل کر دیا۔ اِس میں قوت اور ہمت اور کرامت ہے حضرت فاطمہؓ کی، کہ باوجود چھوٹی عمر کے ایسی دلیری اور دین کی مدد کی۔ اور اُن لوگوں کو کچھ جواب نہ بن پڑا اور مجال نہ ہوئی کہ کچھ کہہ سکیں۔ سبحان اللہ! اہل اللہ کو ایسا ہی ہونا چاہیے، اُن کی مدد خدا کرتا ہے۔ (اِس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے، دونوں روایتوں کے بعضے لفظوں میں اختلاف ہے)۔ (جاری ہے)

۞ ۞ ۞

بقیہ : طلباء دین اور مدارسِ دینیہ کی اہمیت

تو بطورِ خصوص صحابۂ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ کی سنت کا بڑے اہتمام سے ذکر فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے، اور اُس کو مضبوطی سے تھامنے کے لیے فرمایا تاکہ معلوم ہوجائے کہ اہلِ سنت والجماعت میں سے وہی شخص شمار ہوگا جو میری سنت کے ساتھ ساتھ میرے خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامے، اور یہ کون لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو فقہاء ہیں، جو محدثین ہیں۔ اور جو اِس کا اِنکار کرنے والے ہیں وہ شیعہ ہیں اور غیر مقلدین ہیں۔ اللہ ہمیں اِن کے شر سے محفوظ رکھے۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ .

بسلسلہ اِصلاحِ خواتین

عورتوں کے رُوحانی اَمراض

﴿ از اِفادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

تکبر :

تکبر انسان کو تمام فیوض و برکات سے محروم کر دیتا ہے۔ یہی تو وہ بلا ہے جس کی وجہ سے شیطان مرد ُود ہوا۔ ہمارے اندر تکبر گُھسا ہوا ہے اِسی واسطے ہم کمالِ دین سے محروم ہیں اور عورتوں میں یہ مرض بہت ہے۔ اوّل تو اِن میں دیندار بہت ہی کم ہیں اور جو دیندار ہیں وہ بھی اپنے کو نہ معلوم کیا سمجھتی ہیں، جس کا سبب یہ ہے کہ عورتیں کم حوصلہ والی ہوتی ہیں اور ذرا سی بات میں تکبر کرنا اور بڑائی کرنا کم حوصلہ آدمی کا کام ہے۔

ایک عورت بڑی نمازن تھی۔ اتفاق سے اُس کی شادی ڈاڑھی منڈے بے نمازی سے ہوگئی تو وہ کیا کہتی ہے کہ اللہ رے تیری شان! ایسی پارسا عورت ایسے بے دین سے بیاہی گئی۔ گویا اُسے نعوذ باللہ خدا پر بھی اعتراض تھا کہ خدا تعالیٰ کے یہاں کچھ ضابطہ نہیں، جوڑے جوڑ کر نہیں دیکھتے۔ استغفر اللہ! اَرے تم کو کیا خبر ہے کہ کس کا خاتمہ اچھا ہو؟ خدا تعالیٰ کس کو بخشے اور کس کو جہنم میں بھیج دے؟ کیا تعجب ہے کہ خدا تعالیٰ اُس بے نمازی کو کس اَدا پر بخش دے اور تم کو اِس تکبر کی وجہ سے دوزخ میں ڈال دے۔ اوّل تو خاتمہ کا حال کسی کو معلوم نہیں۔ دُوسرے جن اعمال پر تم کو ناز ہے کیا خبر ہے وہ قبول بھی ہوئے ہیں یا نہیں؟ گو اُمید تو یہی رکھنی چاہیے کہ قبول ہوئے ہیں مگر وحی بھی نہیں آگئی اِس لیے ڈرتے رہنا چاہیے۔ اور کبھی اپنے اعمال پر ناز نہ کرنا چاہیے، نہ دُوسروں کو حقیر سمجھنا چاہیے کیونکہ اِس سے اَندیشہ ہے اعمال کے برباد ہو جانے کا۔ (الکمال فی الدین النساء ص ۹۱)

آج کل یہ خبط (اور عام مرض) ہوگیا کہ تھوڑا سا کمال ہو جاتا ہے تو اپنے کو بڑا سمجھنے لگتے ہیں اور عورتوں میں یہ مرض زیادہ ہے۔ اگر کوئی عورت ذرا نماز اور تلاوت کی پابند ہو جاتی ہے تو اپنے کو رابعہ بصریؒ سمجھنے لگتی ہے اور ہر ایک کو حقیر سمجھتی ہے۔ اور وجہ اِس کی یہ ہے کہ اُن کی کسی نے تربیت تو کی نہیں، کتابیں پڑھ پڑھ کر دیندار ہو جاتی ہیں۔ بس اِن کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی طب (ڈاکٹری) کی کتابیں دیکھ کر دوائیں کھانے یا بنانے لگے۔ اِس سے بجائے نفع کے ضرر غالب ہوگا۔ جب تک طبیب کی رائے سے دوا نہ

کھائے کچھ نفع نہ ہوگا۔ اِسی طرح چونکہ عورتوں کے اَخلاق کی تربیت نہیں ہوتی اور کسی مربی (تربیت کرنے والے) سے رُجوع نہیں کرتیں، اور جو کچھ سمجھ میں آتا ہے کر لیتی ہیں اِس لیے اپنے کو باکمال سمجھنے لگتی ہیں۔

ایک لڑکی کا کسی شخص سے نکاح ہوا۔ وہ لڑکی نماز روزہ کی پابند تھی اور شوہر اِتنا پابند نہ تھا اور آوارہ سا تھا تو وہ لڑکی کہتی ہے کہ افسوس! میں ایسی پرہیزگار اور ایسے شخص کے جال میں پھنس گئی، میری قسمت ڈوب گئی۔ حالانکہ بے وقوف یہ نہیں سمجھتی کہ اگر ہم نے نماز پڑھی، روزہ رکھا، تلاوت کی تو اپنا کام کیا دُوسرے پر کیا احسان؟ کیا کوئی دوائی پی کر فخر کرتا ہے کہ میں بڑا بزرگ ہوں، دوا پیتا ہوں؟ اِسی طرح یہ سب طاعات ہیں کہ اِن میں اپنا ہی نفع ہے۔ اگر خدا کی نعمتوں کو دیکھا جائے تو درحقیقت ہماری نماز روزہ کچھ بھی نہیں اور جہاں ہزاروں انبیاء اَولیاء اور ملائکہ کی عبادت کے ذخیرے اور ڈھیر کے ڈھیر موجود ہوں اُن کے مقابلہ میں ہمارے روزہ نماز کی مثال ایسی ہے جیسے کہ جواہرات کے سامنے مٹی کے کھلونے۔ تو حقیقت میں حق تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہماری ایسی عبادتوں کو قبول فرما لیتے ہیں۔ یہ محض حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ ہماری ناقص عبادت کو شمار کر لیا، یہ محض فضل ہے پھر ایسی عبادت پر خوش ہونا اور فخر کرنا جہالت ہے۔ اور اِس فخر و کبر کا منشاء بھی جہالت ہے اور جس قدر کم عقل ہوتی ہے یہ مرض کبر کا زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ مردوں کے مقابلہ میں عورتوں میں یہ مرض زیادہ ہوتا ہے۔ (اِصلاح النساء ص ۱۸۷)

تکبر اور بدتہذیبی :

عورتوں پر بہت تعجب ہے۔ یہ حج کا اِرادہ کر کے مردوں سے بھی زیادہ اپنے کو بڑا سمجھنے لگتی ہیں۔ بلکہ آج کل عموماً ویسے بھی عورتوں میں بڑائی کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ بعض دفعہ تو یہ عورتیں مردوں سے خوشامد کراتی ہیں اِن کو غیرت اور شرم بھی نہیں آتی کہ مردرَات دِن جان کھپائے، اِن کے واسطے کما کر لاتے ہیں۔ کیا مردوں کی عنایت کا یہی نتیجہ ہے کہ یہ مردوں کے بھی سر چڑھیں۔

میں سچ کہتا ہوں کہ اگر عورتیں ذرا صبر و تحمل سے کام کریں تو اِنہیں مردوں سے بھی زیادہ ثواب ملے کیونکہ یہ ضعیف اور کمزور ہیں۔ ضعیفوں کا تھوڑا سا عمل بھی طاقتور آدمی کے بہت سے اعمال سے بعض دفعہ بڑھ جاتا ہے مگر عورتوں میں جس قدر ضعف ہے اُسی قدر مردوں پر شیر ہوتی ہیں اور یہ مردوں کا تحمل ہے کہ اِن کو سر چڑھا لیتے ہیں ورنہ اِن کے سامنے تو عورتوں کی حقیقت ہی کیا ہے۔ اگر مرد کو غصہ آجائے تو ایک

دن میں اِن کو دُرست کرسکتا ہے۔ چنانچہ سخت مزاج کے لوگ ایسا کر بھی لیتے ہیں۔ بزرگوں نے نقل کیا ہے عقلمند آدمی پر تو عورتیں غالب آجاتی ہیں مگر جاہل مرد اِن پر غالب ہوجاتے ہیں۔ اِس کا راز یہی ہے کہ عقلمند تحمل وصبر سے کام لیتا ہے اور جاہل تحمل نہیں کرتا، اِس لیے جاہلوں سے یہ خوب دُرست ہوجاتی ہیں۔ بہرحال عورتوں کو تکبر کرنا بہت نازیبا ہے۔(الحج المبرور۔التبلیغ ۲/۱۲۶)

تکبر اور خود پسندی کا علاج :

ایک عورت نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک خط میں تحریر کیا کہ :

''والدین کے گھر سے گئی تو وہاں اکثر مردوں اور عورتوں کو بے نماز پایا اور میں باقاعدہ نماز پڑھتی تھی۔ بہت دفعہ دِل میں خیال آتا تھا کہ میں اِن بے نماز مردوں اور عورتوں سے اچھی ہوں۔ یہ لوگ فضول وقت ضائع کرتے ہیں، میں عبادت کرلیتی ہوں۔ حضرت اِرشاد فرمائیں کہ میں کیا کروں تاکہ دُوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھنے کا عیب دُور ہو۔''

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے جواب اِرشاد فرمایا : اِس میں تو انسان مجبور ہے کہ اپنے نمازی ہونے کا اور اُن کے بے نماز ہونے کا خیال آئے۔ لیکن اِس میں مجبور نہیں کہ وہ یوں سوچے کہ گو میں نمازی ہوں اور یہ بے نمازی ہیں مگر یہ ضروری نہیں ہر نمازی بے نمازی سے اچھا ہو۔ ممکن ہے بے نمازی کے پاس کوئی ایسا نیک عمل ہو اور نمازی کے پاس ایسا کوئی برا عمل ہو جس سے مجموعی طور پر وہ بے نمازی اُس نمازی سے افضل ہو۔ دُوسرے ممکن ہے کہ انجام میں (یعنی آئندہ چل کر) یہ نمازی بے نمازی ہوجائے اور بے نمازی، نمازی ہوجائے۔ بہرحال بے نمازی کے اللہ کے نزدیک افضل ہونے کا احتمال ہے پھر اپنے کو افضل سمجھنے کا کیا حق ہے؟ البتہ نماز ایک نعمت ہے جو حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھ کو عطا فرمائی ہے اور بے نمازی ہونا ایک مرض ہے جس میں یہ بے نمازی مبتلا ہے تو جس طرح صحت والے کو شکر کرنا واجب ہے اور مریض کو حقیر سمجھنا جائز نہیں بلکہ اُس پر رحم کرے اور اُس کی صحت کے لیے دُعاء کرے، اِسی طرح مجھ کو بھی چاہیے کہ اپنی عبادت پر اللہ کا شکر کروں اور مریض کی حالت پر رحم کروں (یعنی اُس کی ہدایت کی دُعاء و کوشش کروں)۔

اِس طرح بار بار خیال کرنے سے یہ مرض جاتا رہے گا اور اِس طرح سوچنا اختیاری بات ہے، اِس اختیار سے کام لینا چاہیے۔(مکتوبات اشرفیہ بحوالہ نیک خاوند نیک بیوی) (جاری ہے)

گلدستۂ احادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، مدرس جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کو تین چیزوں سے بچانے کا وعدہ فرمایا ہے :

عَنْ عَمْرِو بْنِ قَیْسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : قَالَ "نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاِنِّیْ قَائِلٌ قَوْلًا غَیْرَ فَخْرٍ اِبْرَاھِیْمُ خَلِیْلُ اللّٰہِ، وَمُوْسٰی صَفِیُّ اللّٰہِ، وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ، وَمَعِیَ لِوَاءُ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاِنَّ اللّٰہَ وَعَدَنِیْ فِیْ اُمَّتِیْ وَاَجَارَھُمْ مِنْ ثَلٰثٍ، لَایَعُمُّھُمْ سَنَۃٌ وَلَایَسْتَأْصِلُھُمْ عَدُوٌّ وَّلَایَجْمَعُھُمْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ".

(دارمی، بحوالہ مشکوۃ ص ۵۱۴)

حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : (دُنیا میں ظہور و وجود کے اعتبار سے) ہم آخر میں ہیں لیکن قیامت کے دن (جنت میں داخل ہونے کے اعتبار سے) ہم اوّل ہوں گے، اور میں تم سے ایک بات کہتا ہوں اور اِس بات کے کہنے سے اِظہارِ فخر مقصود نہیں ہے (بلکہ ایک حقیقت کا اِظہار مقصود ہے) وہ بات یہ ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں، موسٰی صفی اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ ہوں۔ قیامت کے دن حمد (وثناء) کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میری اُمت کو تین چیزوں سے بچانے کا وعدہ کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ اُمت پر (ایسا) عام قحط نازل نہیں کرے گا (جس سے وہ ساری کی ساری ہلاک ہوجائے) دُوسرے یہ کہ کوئی دُشمن اُن کا استیصال نہیں کرسکے گا (یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ دُشمنانِ اسلام سارے کے سارے مسلمانوں کو ہلاک کردیں) تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام کے تمام مسلمانوں کو کسی گمراہی پر اِکٹھا نہیں کریں گے۔

تین وجوہ سے عربوں سے محبت کرنی چاہیے :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ لِاَنِّیْ عَرَبِیٌّ، وَالْقُرْاٰنَ عَرَبِیٌّ، وَکَلَامَ اَھْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِیٌّ".

(شعب الایمان للبیھقی، بحوالہ مشکوۃ ص ۵۵۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : تین وجوہ سے عربوں سے محبت کرو۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ میں خود عربی ہوں، دُوسری وجہ یہ کہ قرآن عربی زبان میں ہے اور تیسری وجہ یہ کہ جنتیوں کی زبان بھی عربی ہوگی۔

تین آدمی تباہ کاروں میں سے ہیں :

عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ " ثَلٰثَةٌ مِّنَ الْعَوَاقِرِ، اِمَامٌ اِنْ اَحْسَنْتَ لَمْ یَشْکُرْ وَاِنْ اَسَأْتَ لَمْ یَغْفِرْ، وَجَارٌ سُوْءٌ اِنْ رَاٰی خَیْرًا دَفَنَہٗ وَاِنْ رَاٰی شَرًّا اَذَاعَہٗ ، وَامْرَأَةٌ اِنْ حَضَرْتَ آذَتْکَ وَاِنْ غِبْتَ عَنْھَا خَانَتْکَ ". (معجم طبرانی کبیر ج ۱۸ ص ۳۱۸)

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : تین آدمی تباہ کاروں میں سے ہیں : اوّل وہ حاکم جو تمہارے اچھے کام پر تمہارا شکر گزار نہ ہو اور تم سے کوئی غلطی و بُرائی ہوجائے تو معاف نہ کرے۔ دُوسرے وہ بُرا پڑوسی جو تمہاری اچھائی کو تو چھپائے اور اگر کوئی بُرائی دیکھے تو لوگوں میں اُس کا چرچا کرتا پھرے۔ تیسری وہ بیوی جو تمہارے گھر موجود ہونے پر تمہیں (اپنے قول و فعل سے) اَذیت دے اور اگر تم گھر پر نہ ہو تو تم سے خیانت کرے۔

ایسا دَور آجائے گا جس میں تین چیزیں نہایت قیمتی اور کمیاب ہوں گی :

عَنْ حُذَیْفَةَ بْنِ الْیَمَانِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : قَالَ سَیَأْتِیْ عَلَیْکُمْ زَمَانٌ لَایَکُوْنُ فِیْہِ شَیْءٌ اَعَزَّ مِنْ ثَلٰثٍ، دِرْھَمٌ حَلَالٌ، وَاَخٌ

یُسْتَأْنَسُ بِہٖ اَوْ سُنَّۃٌ یُعْمَلُ بِھَا.'' (مجمع الزوائد ج۱ ص ۱۷۲)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا : عنقریب تم پر ایسا زمانہ آجائے گا کہ جس میں کوئی چیز تین چیزوں سے زیادہ قیمتی اور کمیاب نہ ہوگی : (۱) حلال دِرہم (۲) مونس و غمخوار بھائی اور دوست (۳) ایسی سنت جس پر عمل کیا جائے۔

ف : مذکورہ حدیث شریف میں پیشینگوئی فرمائی گئی ہے کہ عنقریب ایسا دَور آجائے گا جس میں تین چیزیں قیمتی اور کمیاب ہوجائیں گی : (۱) حلال دِرہم، جس کا مطلب یہ ہے کہ حرام اِس قدر رائج ہوجائے گا کہ تھوڑا سا حلال مال ملنا بھی مشکل و دُشوار ہوگا۔ (۲) مونس و غمخوار بھائی اور دوست، مطلب یہ ہے کہ دُنیا میں بے وفائی اور خودغرضی عام ہوجانے کی وجہ سے اُخوت و مودّت میں خلوص جاتا رہے گا اور حقیقی معنٰی میں مونس و غمخوار بھائی اور دوست کا ملنا مشکل ہوگا۔ (۳) ایسی سنت جس پر عمل کیا جائے، مطلب یہ ہے کہ دین سے دُوری اور بدعات کا اِس قدر غلبہ ہوگا کہ سنت پر عمل کرنا دُشوار ہوجائے گا۔

حضورِ اکرم ﷺ کی یہ پیشینگوئی صاف پوری ہوتی ہوئی نظر آرہی ہے واقعتاً آج رزقِ حلال کا ملنا، حقیقی مونس و غمخوار بھائی کا ملنا اور سنت پر چلنا نہایت ہی دُشوار ہوگیا ہے۔

اِنسان کے تین دوست :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : مَثَلُ ابْنِ آدَمَ وَمَالِہٖ وَعَمَلِہٖ مَثَلُ رَجُلٍ لَہٗ ثَلٰثَۃُ اَخِلَّاءُ قَالَ لَہٗ اَحَدُھُمْ اَنَا مَعَکَ مَادُمْتَ حَیًّا فَاِذَا مِتَّ فَلَسْتَ مِنِّیْ وَلَسْتُ لَکَ فَذَالِکَ مَالُہٗ، وَقَالَ الْآخَرُ اَنَا مَعَکَ فَاِذَا بَلَغْتَ اِلٰی قَبْرِکَ فَلَسْتَ مِنِّیْ وَلَسْتُ لَکَ فَذَالِکَ وَلَدُہٗ، وَقَالَ الْآخَرُ اَنَا مَعَکَ حَیًّا وَمَیِّتًا فَذَالِکَ عَمَلُہٗ .

(شعب الایمان للبیھقی ج۷ ص ۲۲۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : اِنسان اور اُس کے مال و اَعمال کی مثال اُس شخص کی سی ہے جس کے تین دوست ہوں، اُن میں

سے ایک کہے کہ میں زندگی بھر تمہارے ساتھ ہوں لیکن جب تم مرجاؤ گے تو میرا تمہارا کوئی تعلق نہیں رہے گا، یہ دوست اُس کا مال ہے۔ دوسرا یہ کہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن جب تم مرنے کے بعد اپنی قبر میں پہنچ جاؤ گے تو میرا تمہارا کوئی تعلق نہیں رہے گا، یہ دوست اُس کی اَولاد ہے۔ تیسرا یہ کہے کہ میں زندگی میں بھی تمہارے ساتھ ہوں اور مرنے کے بعد بھی ساتھ رہوں گا، یہ دوست اُس کا عمل ہے۔

ف : حدیث شریف میں حضورِ اکرم ﷺ نے انسان کے مال و اعمال کی مثال تین دوستوں سے دی ہے جن میں سے ایک تو صرف زندگی تک ساتھ رہنے کا کہتا ہے، دُوسرا مرنے کے بعد قبر تک جانے کی بات کرتا ہے اور تیسرا دُنیا اور آخرت دونوں میں ساتھ رہنے کی بات کرتا ہے۔ پہلا مال ہے، دُوسرا اَولاد ہے اور تیسرا عمل ہے۔ اَب انسان کو خود غور کر لینا چاہیے کہ اِن میں سے کونسا دوست سچا اور وفادار ہے اور کس کی دوستی دُنیا و آخرت میں فائدہ مند ہے؟ جو شخص بھی غور کرے گا وہ ضرور اِس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ایمان و عمل صالح سے بہتر دوست کوئی نہیں ہوسکتا۔ لٰہذا اِنسان کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی کو ایمان اور عملِ صالح سے آراستہ کرے تاکہ اُس کی دُنیا و آخرت دونوں سنور جائیں۔

قسط : ۱

اِسلام اور غامدیت ...... ایک تقابل

﴿ جناب چوہدری محمد رفیق صاحب ﴾

ٹی وی کے دانشور جناب جاوید احمد غامدی صاحب (بی اے آنرز، فلسفہ) کے نظریات دینِ اسلام کے مسلّمہ، متفقہ اور اِجماعی عقائد و اَعمال سے کس قدر مختلف ہیں اور اُن کی راہ اُمتِ مسلمہ اور علمائے اِسلام سے کتنی اَلگ اور جداگانہ ہے۔ اِسے اچھی طرح سمجھنے کے لیے ذیل میں اُن کی تحریروں پر مبنی ایک تقابلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے جس کے مطالعے سے آپ خود یہ فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ علمائے اسلام اور غامدی صاحب میں سے کون حق پر ہو سکتا ہے؟

جائزہ میں سب سے پہلے قرآنِ کریم، پھر سنتِ نبوی ﷺ اور مصادرِ دین سے متعلقہ دیگر اُمور وغیرہ کی ترتیب پیشِ نظر رکھی گئی ہے۔

غامدی صاحب کے عقائد و نظریات	متفقہ اِسلامی عقائد و اَعمال
(۱) قرآن کی صرف ایک ہی قراءت دُرست ہے باقی سب قراءتیں عجم کا فتنہ ہیں۔	(۱) قرآن مجید کی سات یا دس (سبعہ یا عشرہ) قراءتیں متواتر اور صحیح ہیں۔

---

(۱) (الف) ''قرآن صرف وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے اور جسے مغرب (مراکش، اَلجزائر، لیبیا، تیونس، سوڈان وغیرہ) کے چند علاقوں کو چھوڑ کر پوری دُنیا میں اُمتِ مسلمہ کی عظیم اکثریت اِس وقت تلاوت کر رہی ہے۔ یہ تلاوت جس قراءت کے مطابق کی جاتی ہے اِس کے سوا کوئی دُوسری قراءت نہ قرآن ہے اور نہ اُسے قرآن کی حیثیت سے پیش کیا جا سکتا ہے۔'' (میزان ص ۲۵، ۲۶، طبع دوم اَپریل ۲۰۰۲ء لاہور)

(ب) ''یہ بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قراءت ہے اِس کے علاوہ سب قراءتیں فتنۂ عجم کے باقیات ہیں۔'' (میزان ص ۳۲ طبع دوم اَپریل ۲۰۰۲ء)

(۲) قرآن کا ایک نام ''میزان'' بھی ہے۔	(۲) ''میزان'' قرآن کے ناموں میں سے کوئی نام نہیں ہے۔
(۳) قرآن کی متشابہ آیات کا بھی ایک واضح اور قطعی مفہوم سمجھا جاسکتا ہے۔	(۳) قرآن کی متشابہ آیات کا واضح اور قطعی تفصیلی مفہوم متعین نہیں کیا جاسکتا۔
(۴) سورۂ نصر مکی ہے۔	(۴) سورۂ نصر مدنی ہے۔
(۵) قرآن میں ''اَصحابُ الاخدود'' سے مراد دَورِ نبوی ﷺ کے قریش کے فراعنہ ہیں۔	(۵) اَصحابُ الاخدود کا واقعہ بعثتِ نبوی ﷺ سے بہت پہلے زمانے کا ہے۔

---

(۲) (الف) ''قرآن میزان ہے۔'' (برہان ص ۱۴۰)

(ب) ''اَللّٰہُ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ (الشوریٰ ۴۲:۱۷) ''اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اُتاری یعنی میزان نازل کی ہے۔'' اِس آیت میں اَلْمِیْزَانَ سے پہلے '' و ''تفسیر کے لیے ہے اِس لیے اَلْمِیْزَانَ درحقیقت یہاں ''الکتاب'' ہی کا بیان ہے۔'' (میزان ص ۲۲، طبع دوم اَپریل ۲۰۰۲ء)

(۳) ''یہ بات ہی صحیح نہیں ہے کہ مُحکم اور متشابہ کو ہم پورے یقین کے ساتھ ایک دُوسرے سے ممیّز نہیں کر سکتے یا متشابہات کا مفہوم سمجھنے سے قاصر ہیں۔ لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ متشابہات کا مفہوم سمجھنا ممکن نہیں ہے۔'' (میزان ص ۳۴، ۳۵ طبع دوم اَپریل ۲۰۰۲ء)

(۴) ''سورۂ کافرون کے بعد اور لہب سے پہلے اِس سورۃ (النصر) کے مقام سے واضح ہے کہ سورۂ کوثر کی طرح یہ بھی اُمّ القریٰ مکہ میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے مرحلۂ ہجرت و براءت میں آپ کے لیے ایک عظیم بشارت کی حیثیت سے نازل ہوئی ہے۔'' (البیان ص ۲۵۲ مطبوعہ ستمبر ۱۹۹۸ء)

(۵) ''یہ (قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ o اَلنَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ) (البروج ۴ ، ۵) قریش کے اُن فراعنہ کو جہنم کی وعید ہے جو مسلمانوں کو ایمان سے پھیرنے کے لیے ظلم و ستم کا بازار گرم کیے ہوئے تھے۔ اُنہیں بتایا گیا ہے کہ وہ اگر اپنی اِس رَوش سے باز نہ آئے تو دوزخ کی اُس گھاٹی میں پھینک دیئے جائیں گے جو اِیندھن سے بھری ہوئی ہے۔'' (البیان ص ۱۵۷ طبع ستمبر ۱۹۹۸ء)

(۶) سورۂ لہب میں اَبولہب سے مراد قریش کے عام سردار ہیں۔	(۶) اَبولہب سے نبی کریم ﷺ کا کافر چچا مراد ہے۔
(۷) اَصحاب الفیل کو پرندوں نے ہلاک نہیں کیا تھا بلکہ وہ قریش کے پتھراؤ اور آندھی سے ہلاک ہوئے تھے۔ پرندے صرف اُن کی لاشوں کو کھانے کے لیے آئے تھے۔	(۷) اللہ تعالیٰ نے اَصحاب الفیل پر ایسے پرندے بھیجے جنہوں نے اُن کو تباہ و برباد کر کے رَکھ دیا تھا۔
(۸) سنت قرآن سے مقدم ہے۔	(۸) قرآن سنت سے مقدم ہے۔
(۹) سنت صرف اَفعال کا نام ہے۔ اِس کی اِبتداء حضرت محمد ﷺ سے نہیں بلکہ حضرت اِبراہیم علیہ السلام سے ہوتی ہے۔	(۹) سنت میں نبی ﷺ کے اَقوال، اَفعال اور تقریرات (خاموش تائیدیں) سب شامل ہیں اور وہ محمد ﷺ سے شروع ہوتی ہے۔

(۶) تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ''ابولہب کے بازو ٹوٹ گئے اور وہ خود بھی ہلاک ہوا۔'' (تفسیر ''بازو ٹوٹ گئے''، یعنی اُن کے اَعوان و اَنصار ہلاک ہوئے اور اُس کی سیاسی قوت ختم ہوگئی۔'' (البیان ص ۲۶۰ مطبوعہ ستمبر ۱۹۹۸ء)

(۷) ''اللہ تعالیٰ نے ساف و حاصب کے طوفان سے اُنہیں (اَصحاب الفیل کو) اِس طرح پامال کیا کہ کوئی اُن کی لاشیں اُٹھانے والا نہ رہا۔ وہ میدان میں پڑی تھیں اور گوشت خور پرندے اُنہیں نوچنے اور کھانے کے لیے اُن پر جھپٹ رہے تھے ...... آیت کا مدعا یہ ہے کہ تمہاری (قریش کی) مدافعت اگرچہ ایسی کمزور تھی کہ تم پہاڑوں میں چھپے ہوئے اُنہیں کنکر پتھر مار رہے تھے لیکن جب تم نے حوصلہ کیا اور جو کچھ تم کر سکتے تھے کر ڈالا تو اللہ نے اپنی سنت کے مطابق تمہاری مدد کی اور ساف و حاصب کا طوفان بھیج کر اپنی ایسی شان دکھائی کہ اُنہیں کھایا ہوا بھوسا بنا دیا۔'' (البیان تفسیر سورۂ الفیل ص ۲۴۰، ۲۴۱)

(۸) ''سنت قرآن کے بعد نہیں بلکہ قرآن سے مقدم ہے۔ (میزان ص ۵۲، طبع دوم اپریل ۲۰۰۲ء)

(۹) (الف) ''سنت کا تعلق تمام تر عملی زندگی سے ہے یعنی وہ چیزیں جو کرنے کی ہیں، علمی نوعیت کی کوئی چیز بھی سنت نہیں ہے اِس کا دائرہ کرنے کے کام ہیں۔'' (میزان ص ۶۵ طبع دوم اپریل ۲۰۰۲ء)

(۱۰) سنت صرف ستائیس اَعمال کا نام ہے۔	(۱۰) سنتیں سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔
(۱۱) ثبوت کے اِعتبار سے سنت اور قرآن میں کوئی فرق نہیں۔ اِن دونوں کا ثبوت اِجماع اور عملی تواتر سے ہوتا ہے۔	(۱۱) ثبوت کے اِعتبار سے سنت اور قرآن میں واضح فرق ہے۔ سنت کے ثبوت کے لیے تواتر، اِجماع شرط نہیں۔

---

(۹) (ب) ''سنت سے ہماری مراد دینِ اِبراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی کریم ﷺ نے اِس کی تجدید و اِصلاح کے بعد اور اِس میں بعض اِضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے۔'' (میزان ص ۱۰ طبع دوم اپریل ۲۰۰۲ء)

(۱۰) اِس (سنت) کے ذریعے سے جو دین ہمیں ملا ہے وہ یہ ہے : (۱) اللہ کا نام لے کر اور دائیں ہاتھ سے کھانا پینا (۲) ملاقات کے موقع پر ''السلام علیکم'' اور اِس کا جواب (۳) چھینک آنے پر ''الحمد للہ'' اور اِس کے جواب میں ''یرحمک اللہ'' (۴) نومولود کے دائیں کان میں اَذان اور بائیں میں اِقامت (۵) مونچھیں پست رکھنا (۶) زیرِ ناف کے بال مونڈھنا (۷) بغل کے بال صاف کرنا (۸) لڑکوں کا ختنہ کرنا (۹) بڑھے ہوئے ناخن کاٹنا (۱۰) ناک، منہ اور دانتوں کی صفائی (۱۱) اِستنجاء (۱۲) حیض و نفاس میں زن و شوہر کے تعلق سے اِجتناب (۱۳) حیض و نفاس کے بعد غسل (۱۴) غسلِ جنابت (۱۵) میت کا غسل (۱۶) تجہیز و تکفین (۱۷) تدفین (۱۸) عید الفطر (۱۹) عید الاضحیٰ (۲۰) اللہ کا نام لے کر جانوروں کا تزکیہ (۲۱) نکاح و طلاق اور اُس کے متعلقات (۲۲) زکوٰۃ اور اُس کے متعلقات (۲۳) نماز اور اُس کے متعلقات (۲۴) روزہ اور صدقۂ فطر (۲۵) اِعتکاف (۲۶) قربانی (۲۷) حج و عمرہ اور اُن کے متعلقات۔

سنت یہی ہے اور اِس کے بارے میں یہ بالکل قطعی ہے کہ ثبوت کے اِعتبار سے اِس میں اور قرآن مجید میں کوئی فرق نہیں ہے۔'' (میزان ص ۱۰ طبع دوم اَپریل ۲۰۰۲ء)

(۱۱) ''سنت یہی ہے اور اِس کے بارے میں یہ بالکل قطعی ہے کہ ثبوت کے اِعتبار سے اِس میں اور قرآن میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ جس طرح صحابہؓ کے اِجماع اور قولی تواتر سے ملا ہے یہ اُسی طرح اُن کے اِجماع اور عملی تواتر سے ملی ہے اور قرآن ہی کی طرح ہر دَور میں اُمت کے اِجماع سے ثابت قرار پائی ہے۔'' (میزان ص ۱۰ طبع دوم اَپریل ۲۰۰۲ء)

(۱۲) حدیثِ رسول ﷺ سے کوئی اِسلامی عقیدہ یا عمل ثابت نہیں ہوتا۔	(۱۲) حدیثِ رسول ﷺ سے بھی اِسلامی عقائد اور اَعمال ثابت ہوتے ہیں۔
(۱۳) حضور ﷺ نے حدیث کی حفاظت اور تبلیغ و اشاعت کے لیے کوئی بھی اہتمام نہیں کیا۔	(۱۳) رسول اللہ ﷺ نے حدیث کی حفاظت اور تبلیغ و اِشاعت کے لیے بہت اہتمام کیا تھا۔
(۱۴) ابن شہاب زہری کی کوئی روایت بھی قبول نہیں کی جاسکتی۔ وہ نا قابلِ اعتبار راوی ہیں۔	(۱۴) امام ابن شہاب زہریؒ روایتِ حدیث میں ثقہ اور معتبر راوی ہیں اور اِن کی روایات قابلِ قبول ہیں۔
(۱۵) دین کے مصادر قرآن کے علاوہ دین فطرت کے حقائق، سنتِ اِبراہیمی اور قدیم صحائف بھی ہیں۔	(۱۵) دین و شریعت کے مصادر و مآخذ قرآن، سُنّت، اِجماع اور اِجتہاد ہیں۔

---

(۱۲) ''اِس (حدیث) سے دین میں کسی عقیدہ وعمل کا کوئی اِضافہ نہیں ہوتا۔'' (میزان ص۶۴ طبعِ دوم، اَپریل ۲۰۰۲ء)

(۱۳) ''نبی ﷺ کے قول وفعل اور تقریر وتصویب کی روایتیں جو زیادہ تر اَخبارِ آحاد کے طریقے پر نقل ہوئی ہیں اور جنہیں اِصطلاح میں حدیث کہا جاتا ہے، اُن کے بارے میں یہ دو باتیں ایسی واضح ہیں کہ کوئی صاحبِ علم اُنہیں ماننے سے اِنکار نہیں کرسکتا۔ ایک یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن کی حفاظت اور تبلیغ و اِشاعت کے لیے کبھی کوئی اِہتمام نہیں کیا۔ دُوسری یہ کہ اُن سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ کبھی علمِ یقین کے درجے تک نہیں پہنچتا۔'' (میزان حصہ دوم ص ۶۸ طبعِ دوم، اَپریل ۲۰۰۲ء)

(۱۴) ''اِن (امام ابن شہاب زہریؒ) کی کوئی روایت بھی، بالخصوص اِس طرح کے اہم معاملات میں قابلِ قبول نہیں ہوسکتی۔'' (میزان ص ۳۱، طبعِ دوم اپریل ۲۰۰۲ء)

(۱۵) ''قرآن کی دعوت اِس کے پیشِ نظر جن مقدمات سے شروع ہوتی ہے وہ یہ ہیں :

(i) دینِ فطرت کے حقائق (ii) سنتِ اِبراہیمی (iii) نبیوں کے صحائف۔'' (میزان طبع دوم ص ۴۸ مطبوعہ اَپریل ۲۰۰۲ء)

(۱۶) معروف اور منکر کا تعین اِنسانی فطرت کرتی ہے۔	(۱۶) معروف اور منکر کا اَصل تعین وحی الٰہی سے ہوتا ہے۔
(۱۷) نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد کسی شخص کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔	(۱۷) جو شخص دین کے بنیادی اُمور یعنی ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا بھی اِنکار کرے اُسے کافر قرار دیا جاسکتا ہے۔
(۱۸) عورتیں بھی باجماعت نماز میں امام کی غلطی پر بلند آواز سے ''سبحان اللہ'' کہہ سکتی ہیں۔	(۱۸) امام کی غلطی پر عورتوں کے لیے بلند آواز سے ''سبحان اللہ'' کہنا جائز نہیں۔
(۱۹) زکوٰۃ کا نصاب منصوص اور مقرر نہیں ہے۔	(۱۹) زکوٰۃ کا نصاب منصوص اور مقرر شدہ ہے۔
(۲۰) ریاست کسی بھی چیز کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کرسکتی ہے۔	(۲۰) اِسلامی ریاست کسی چیز یا شخص کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں کرسکتی۔

(جاری ہے)

---

(۱۶) ''معروف و منکر وہ باتیں (ہیں) جو اِنسانی فطرت میں خیر کی حیثیت سے پہچانی جاتی ہیں اور وہ جن سے فطرت اِباء کرتی اور اُنہیں بُرا سمجھتی ہے۔ اِنسان اِبتداء ہی سے معروف و منکر، دونوں کو پورے شعور کے ساتھ بالکل اَلگ اَلگ پہچانتا ہے۔ (میزان ص۴۹ طبع دوم اَپریل ۲۰۰۲ء)

(۱۷) ''کسی کو کافر قرار دینا ایک قانونی معاملہ ہے۔ پیغمبر اپنے اِلہامی علم کی بنیاد پر کسی گروہ کی تکفیر کرتا ہے۔ یہ حیثیت اَب کسی کو حاصل نہیں۔ (ماہنامہ اِشراق، ص۵۴، ۵۵، دسمبر ۲۰۰۰ء)

(۱۸) ''اِمام غلطی کرے اور اُس پر خود متنبہ نہ ہو تو مقتدی اُسے متنبہ کرسکتے ہیں۔ اِس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ ''سبحان اللہ'' کہیں گے۔ عورتیں اپنی آواز بلند کرنا پسند نہ کریں تو نبی علیہ السلام کا اِرشاد ہے کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر متنبہ کردیں۔'' (قانونِ عبادات ص۸۴ اَپریل ۲۰۰۵ء)

(۱۹) و (۲۰) ''ریاست اگر چاہے تو حالات کی رعایت سے کسی چیز کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے سکتی ہے اور جن چیزوں سے زکوٰۃ وصول کرے اُن کے لیے عام دستور کے مطابق کوئی نصاب بھی مقرر کرسکتی ہے۔'' (قانونِ عبادات، ص۱۱۹، طبع اَپریل ۲۰۰۵ء)

ایک تھا مرزا قادیانی

﴿ محمد خبیب، متعلم جامعہ مدنیہ جدید درجہ خامسہ ﴾

آؤ بچو سنو کہانی ایک تھا مرزا قادیانی
اِک دن اُس کا جی للچایا گورداسپور میں نبی بن آیا
شہر تھا اُس کا قادیان جس میں رہتا یہ شیطان
بیویاں تھیں یارو اُس کی دو ایک تھی اُن میں بڑی بدخُو
نام تھا اُس کا نصرت جہاں دُوسری تھی پھجے دی ماں
دعوٰی تھا اُس کا اِسلامی کام تھے اُس کے سب شیطانی
آؤ بچو سنو کہانی
ایک تھا مرزا قادیانی
یہ تھا ابنِ چراغ بی بی تھی مشہور جو مائی گھسیٹی
کیا بتائیں کیا جگ بیتی فرشتے بھی تھے ٹیچی ٹیچی
رہ گیا تھا ایک اُلجھا سوال فرشتہ ایک تھا مٹھن لال
ٹانک وائن پیوے تھا شراب اِس کو تو تھا مرضِ پیشاب
حالت تھی یارو اِتنی خراب نہ آوے پہننی اُس کو جراب
مرید تھے اُس کے کتے مار خود کو کہے میں سور مار
شکل اُس کی تھی اِنسانی پر کام تھے اُس کے سب حیوانی
آؤ بچو سنو کہانی
ایک تھا مرزا قادیانی

آنکھوں سے تھا یہ بھینگا پہنے تھا بیوی کا لہنگا
اُوپر نیچے اُس کے بٹن گُڑ اور ڈھیلے کھانا مشن
گُڑ ڈھیلے میں پہچان نہ جانے کھا جائے یہ کیا کیا جانے
اور سنائیں کیا افسانے مرگیا یارو ٹٹی خانے
جس کی تم نے سنی کہانی یہ تھا مسٹر اِنگلستانی
آؤ بچو سنو کہانی
ایک تھا مرزا قادیانی
آؤ سنائیں یارو حال بچپن تھا اِس کا بڑا بدحال
ایک دفعہ بچوں نے کہا گھر سے تھوڑا میٹھا لا
جلدی سے پھر بھاگا گیا جیب میں بُورا بھر لایا
جھٹ پٹ اِس نے منہ میں ڈالا پھر حال تھا اِس کا دیکھنے والا
نمک چینی میں فرق نہ جانا کہتا میں ہوں بڑا سیانہ
ختم ہوئی اَب جس کی کہانی یہ تھا مرزا قادیانی
آؤ بچو سنو کہانی
ایک تھا مرزا قادیانی
اَب چھوڑو یارو اِس کا خیال یہ سب کے لیے ہے بڑا دجال
رکھنا دُشمنی مرزے سے یہ بھی ہے اِک بڑا جہاد
بخاریؒ کے فرمانوں پر رکھنا ہے تم کو اِعتقاد
خبیبؔ کرے تم سے فریاد کرلو توبہ اِستغفار
آؤ بچو سنو کہانی
ایک تھا مرزا قادیانی

قسط : ۷

یہودی خباثتیں

﴿ تحریر : فلسطینی مفکر عبداللہ التل ، ترجمہ و تلخیص : مولانا سیّد سلمان حسینی ندوی ﴾

صہیونیت :(Zionism)

صہیون اُس پہاڑ کو کہتے ہیں جو بیت المقدس کے جنوبی علاقہ میں واقع ہے ،تورات(Old Testament)میں صہیون کا ذکر بہت سی جگہوں پر آیا ہے ،ایک جگہ کہا گیا ہے :

''بادشاہ اور اُس کے لوگ یروشلم ، یبوسین کے پاس گئے جو اُس علاقے کے باشندے تھے اور داؤد ،قلعہ میں رہے اور اُس کا نام ''شہر داؤد'' رکھا ،داؤد کی عظمت میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور اَب لشکروں کا خدا اِن کے ساتھ تھا'' ۱

اور دُوسری جگہ یہ کہا گیا ہے :

''میں نے اپنے پاک پہاڑ صہیون پر اپنے بادشاہ کو برکت دی'' ۲

ایک اور جگہ کہا گیا :

''صہیون میں رہنے والے رب کے گن گاؤ ، کیونکہ وہ خون کا طالب ہے۔'' ۳

ایک مقام پر ہے :

''رب جب صہیون کو بنائے گا تو اُس کی عظمت دیکھی جائے گی تاکہ صہیون میں رب کا نام لیا جائے اور یروشلم میں اُس کی تسبیح کی جائے۔'' ۴

''رب نے صہیون کو منتخب کیا ہے اور اُس کو قیام کے لیے پسند کیا ہے۔'' ۵

ایک اور جگہ آیا ہے :

''آخری دنوں میں رب کا گھر ٹیلوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہوگا ،اور تمام اقوام اُس

---

۱ سموئیل دوم ۵ ۲ مزامیر ۲ ۳ مزامیر ۹ ۴ مزامیر ۱۰۲ ۵ مزامیر ۱۳۲

کی طرف آئیں گی اور بہت سی قومیں اُدھر چلیں گی ، وہ کہیں گے کہ آؤ رب کے پہاڑ پر چڑھیں ، یعقوب کے خدا کی طرف چلیں ، پھر وہ ہمیں اپنے طریقے سکھائے گا۔''

''اور ہم اُس کے راستوں میں چلیں گے ، کیونکہ صہیون سے شریعت ظاہر ہوگی اور یروشلم کے رب کا کلمہ ظہور پذیر ہوگا۔'' [۱]

اور کہا گیا :

اُسکے سب انتظار کرنے والوں کیلئے نعمت ہے ، کیونکہ صہیون کی قوم یروشلم میں رہتی ہے۔ [۲]

ایک جگہ یوں کہا گیا :

بلند پہاڑ پر چڑھ ! اے صہیون کی خوشخبری والے ، قوت کے ساتھ اپنی آواز بلند کر ، اے یروشلم کی خوشخبری والے۔'' [۳]

صہیونیت کا لفظ جب سے وجود میں آیا ہے اُس کا بنیادی مفہوم ایک ایسی یہودی تحریک کا ہے جو بنی اسرائیل کی عزت وعظمت کی بازیافت اور مسجدِ اقصیٰ کے ڈھیر پر ہیکل سلیمان کی تعمیر کی خاطر تمام ممکنہ وسائل کے استعمال کی کوشش کرتی ہے اور وہ پوری دُنیا پر وہاں سے ایک یہودی بادشاہ کے ذریعے حکومت کا اِرادہ رکھتی ہے جو اُن کے نزدیک ''مسیحِ منتظر'' ہے۔ بہت سے حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ صہیونیت اپنے جدید ''پیغامبر'' تھیوڈور ہرزل کے زمانے سے شروع ہوئی ہے ، لیکن یہ دُرست نہیں ہے حقیقتاً یہ بہت قدیم تحریک ہے جو مختلف مراحل سے گزرتی رہی ہے۔ [۴] جن میں اہم مرحلے مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ مکابیین کی تحریک :

سب سے پہلے مکابیین کی تحریک یہودیوں کے بابل کی گرفتاری سے واپس ہونے کے بعد شروع ہوئی جس کا اوّلین مقصد ''صہیون'' کی طرف بازگشت اور ہیکلِ سلیمانی کی از سرِ نو تعمیر تھی۔

۲۔ تحریکِ بارکوخبا : (۱۱۷۔۱۳۸)

بارکوخبا یہودی نے اپنی قوم میں رُوح پھونکی اور فلسطین میں اَکھٹا ہونے کی اُنہیں پُرجوش دعوت

---

[۱] اشعیاء ۲۰ [۲] اشعیاء ۲۰ [۳] اشعیاء ۴۰ [۴] دیکھیے انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا لفظ Zionism

دی، اور اِس پر اُبھارا کہ وہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر کریں اور نسل داؤد سے ایک بادشاہ کا تقرر کریں۔

۳۔ تحریکِ موزس کریتی :

یہ تحریک بارکوخبا کی تحریک سے مشابہ تھی لیکن اِسے کامیابی نہیں ملی۔

۴۔ درمیانی صدیوں میں صہیونی سرگرمیاں یہودیوں پر گوناگوں مصائب کی وجہ سے ٹھنڈی پڑ گئیں، اِس دور میں فلسطین میں یہودی حکومت کے قیام کے لئے کوئی طاقتور یہودی تحریک نہ اُٹھ سکی۔

۵۔ ڈیوڈ روبن اور اُس کے شاگرد سولومن مولوخ کی تحریک : (۱۵۰۱۔۱۵۳۲ء)

یہ دونوں شخص یہودیوں کے انقلابی رہنما کی حیثیت سے اُبھرے اور اُنہوں نے یہودیوں کی فلسطین میں بازآبادکاری کی بھرپور کوشش کی۔

۶۔ تحریکِ منشہ بن اسرائیل :

اِس کا مطالبہ یہ تھا کہ یہودی برطانیہ میں آباد ہوں اور وہاں سے پھر فلسطین میں آباد ہونے کی کوشش کریں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہی تحریک دراصل موجودہ صہیونی تحریک کی بانی اور اُس کا پہلا بیج ہے، جس نے تین صدیوں میں پروان چڑھ کر اور انگریزوں کی طاقت وقوت سے یہودی مقاصد کی تکمیل کے لیے بھرپور فائدہ اُٹھایا

۷۔ تحریکِ شبتائی لیوی : (۱۶۲۶۔۱۶۷۶ء)

یہ تحریک بہت سخت اور متعصب ومتشدد تحریک تھی، اِس کا بانی ''مسیحِ منتظر'' ہونے کا دعویدار تھا، لیکن اُس کا ردّعمل مندلسن (۱۷۲۰۔۱۷۸۶ء) کی شکل میں سامنے آیا جس نے اپنی قوم یہود کو اِس کی دعوت دینا شروع کی کہ وہ جن ممالک میں رہ رہے ہیں اُن کے باشندوں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کریں اور سیاسی جدوجہد ترک کر کے صرف دینی ورُوحانی اُمور پر توجہ مرکوز کریں۔

۸۔ نپولین کی دعوت پر یہودیوں میں نئی سرگرمی :

۱۸۰۶ء میں یہودیوں کی اعلیٰ کونسل کی کانفرنس کا انعقاد ہوا، جس میں نپولین نے اِن کے اندر جوش پیدا کرنے، اِنہیں لالچ دینے، اور مشرق عربی پر قبضہ کے لیے اُن کو اپنی مدد پر اُبھارنے کی، اِس وعدہ پر کامیاب کوشش کی کہ وہ اِنہیں فلسطین کی سرزمین حوالہ کردے گا۔ یہودیوں نے ۱۷۹۸ء سے فرانس میں زبر

دست تحریک چلا رکھی تھی اِن کے مقررین اور مقالہ نگار فلسطین میں عہدِ رفتہ کی بازیافت کے لیے جوش دِلا رہے تھے، یہودی مؤرخ ''ایلی لیوی'' نے اپنی کتاب ''یہودی دُنیا کی بیداری'' [۱] میں خطرناک تقریر کا اقتباس نقل کیا جو ۱۷۹۸ء میں ایک یہودی لیڈر نے کی تھی اِس کی حیثیت ایک خطرناک یہودی دستور کی ہے جو یہودی تحریک کے علمبرداروں کے ''پروٹوکول'' سے پہلے پیش کیا گیا تھا :

''میرے بھائیو! آپ کے ذہن میں یہ بات رہنی چاہیے کہ آپ کی آہیں اور چیخیں گذشتہ اَدوار میں ظلم و جور کے بوجھ تلے مدتوں دبے رہنے کے بعد آسمان کی چھت تک پہنچ گئی ہیں، تو کیا اَب آپ ذلت وانحطاط کی اِس حالت سے نکلنے کا اِرادہ رکھتے ہیں جس تک آپ کو اِن جانوروں نے پہنچا دیا ہے۔ ہم اپنی حقارت کا ہر جگہ مشاہدہ کرتے ہیں، اب دیر کی گنجائش نہیں ہے، ذلت و پستی کی زنجیریں توڑنے کا وقت آگیا ہے، ہاں! وقت ہماری ترقی اور دُنیا میں اپنی حیثیت منوانے کا آگیا ہے، آیئے یروشلم کے ہیکل کو اَز سر نو بنائیں، ہماری تعداد چھ ملین ہے، ہم دُنیا کے مختلف ملکوں میں بکھرے ہوئے ہیں، ہمارے پاس دولت کے خزانے ہیں اور بڑی جائدادیں ہیں، ہمیں چاہیے کہ اپنے علاقے کی بازیافت کے لیے ہم ہر ممکن وسیلہ اختیار کریں، موقع مناسب ہے اور ہم پر لازم ہے کہ ہم اِس سے فائدہ اُٹھالیں۔

ہمیں اِس مقدس مقصد کو پورا کرنے کے لیے مندرجہ ذیل وسائل اختیار کرنا ہوں گے، ہمیں ایک کونسل قائم کرنا ہوگی جس کے ممبران کا انتخاب اِن پندرہ ملکوں میں رہنے والے یہودی کریں گے، اٹلی، سویزرلینڈ، ہنگری، بولونیا، رُوس، شمالی ممالک، برطانیہ، اسپین، ویلز کے علاقے، سویڈن، جرمنی، ترکی، ایشیا، افریقہ۔ [۲]

اِن ممالک کے نمائندہ یہودیوں کی کمیٹی حالات پر غور کرے گی اور ضروری تجاویز اپنائے گی، تمام یہودیوں پر لازم ہوگا کہ وہ اِن تجاویز کو تسلیم کریں، اور اِس کو ایک لازمی

---

[۱] مطبوعہ نظام پریس مصر ۱۹۲۴ء ص ۱۰۱ بعنوان **یقظة العالم الیهودی** [۲] خیال رہے کہ یہ تقریر ایک صدی بعد ہرزل کی قیادت میں عالمی صہیونیت کی راہ ہموار کر رہی تھی۔

قانون کی حیثیت دیں، جو علاقہ فرانس کے ساتھ اِس کو قبول کرنے کے لیے تیار ہے وہ مصر کے ساحل سمندر کا علاقہ ہے، اِس کے ساتھ ایک وسیع علاقہ بھی محفوظ کیا جائے گا، جو عکا شہر سے اور بحرِ میت کے جنوب سے بحرِ احمر تک پھیلا ہوا ہے، یہ علاقہ ہمارے لیے مناسب ترین علاقہ ہے اِس کے ذریعہ بحرِ احمر کے سمندری راستوں پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا، اور ہندوستان، عرب اور شمالی وجنوبی افریقہ کی تجارت ہمارے ہاتھ میں ہو گی۔ ہمیں اِس میں شک نہیں ہے کہ ایتھوپیا اور حبشہ کا علاقہ ہمارے ساتھ تجارتی تعلقات مکمل رضامندی سے قائم کرے گا، یہی وہ ملک ہے جو (حضرت سلیمانؑ) کے پاس سونا، ہاتھی دانت، عمدہ لکڑی اور قیمتی پتھر بھیجتا تھا۔

پھر حلب اور دمشق کا پڑوس ہمیں تجارت کی سہولیات فراہم کرے گا اور بحرِ متوسط (Meditranian Sea) ہمیں فرانس، اٹلی، اسپین اور دیگر یورپین ممالک سے تعلقات میں آسانیاں فراہم کرے گا۔ ہمارا علاقہ دُنیا کے وسط میں واقع ہونے کی وجہ سے تمام سرسبز و شاداب اَراضی کی پیداوار کا مرکز اور مخزن بن جائے گا۔

بابِ عالی (خلافتِ عثمانیہ) کی خدمت میں ہماری تجاویز سے متعلق جو معاہدے اور انتظامات کیے جا رہے ہیں، ابھی ہم اُنہیں علانیہ ظاہر نہیں کر سکتے ہم اِس مسئلہ کو فرانسیسی قوم کے حسنِ انتظام و تدبر سے مربوط رکھنے پر مجبور ہیں۔

بھائیو! اِس مقصد کے حصول کے لئے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھیں، یعنی اپنے وطن کی بازیافت کی جدوجہد کریں تاکہ ہم اپنے قانون کے تحت زندگی گذار سکیں، اور اِس مقدس علاقہ کی تجدید کر سکیں، جس کو ہمارے آباؤ اَجداد نے بڑی قربانیوں سے حاصل کیا تھا، اور اِس کی خاطر بڑی بہادری اور حوصلہ مندی کا ثبوت دیا تھا، میں دیکھ رہا ہوں کہ ایمان کے شعلے آپ کے سینوں میں بھڑک رہے ہیں، اے اسرائیلیو! تمھاری تباہی و بربادی کا دور ختم ہونے والا ہے، موقع ہاتھ آ گیا ہے اب اِسے ہاتھ سے نہ جانے دو۔[۱] (جاری ہے)

---

[۱] دیکھا جائے کہ اِس تقریر کا اکثر حصہ ایک واقعہ بن چکا ہے۔

طلباء کی ڈاک مولانا سید محمود میاں صاحب کے نام

ایک سوال جس نے ہمارے ذہنوں کو حیران کر دیا!

باسمہٖ تعالیٰ

جامعہ مدنیہ جدید جس کی عمارت ابھی مکمل بھی نہیں، جس میں گرمی بھی بہت ہی زیادہ، جس کے کھانے کا اِنتظام بھی انتہائی سادہ۔ الغرض وہ اَسباب جو آجکل کے مدارس میں طلباء کے داخلے کی کنجیاں ہیں، سے خالی لیکن طلباء کرام کی یہ کثیر تعداد ! اور ایسے عنداللہ مقبول طلباء جو دینِ اسلام کے ہر شعبے کے شیدائی، چاہے جہاد ہو یا تبلیغ۔

.... ہر پندرہ دن بعد یک روزہ کی متعدد جماعتیں نکلتی ہیں، روزانہ نمازِ عصر کے بعد گشتیں ہوتی ہیں۔ یہ ختمِ نبوت کے مجاہد قادیانیوں کے لیے ننگی تلواریں۔ نمازِ فجر و عصر کے بعد ختمِ نبوت کا کورس ہوتا ہے۔ یہ جمعیت علماء اسلام کے صف اوّل کے کارکن۔ یہ اَکابر علماء دیوبند کے دیوانے۔ یہ عقائد اہلِ سنت والجماعت کے پکے، حیات الانبیاء فی القبور کے پکے دل و جان سے قائل۔ یہاں کے اَساتذہ کرام کی کون کونسی خوبی لکھوں۔ شفقت، عاجزی، اِنکساری اور محنت میں بے مثال۔

خدا کی قسم! یہاں آکر ہی اَساتذہ کرام نے ہمارے عقائد کی اِصلاح کر دی بالخصوص عقیدۂ حیات النبی ﷺ کی۔ یہ اتنے مربی اَساتذہ۔ یہاں یہ بڑے بڑے اَکابر، علماء کرام، اَولیاء، صلحاء، پیرانِ طریقت، بزرگانِ دین کی تشریف آوری !

بالآخر یہ کونسی طاقت ہے جو جامعہ مدنیہ جدید کی طرف اَکابر کو بھی کھینچتی ہے، طلباء کو بھی اور خدا کی رحمتوں کو بھی ! جواب کے طالب ہیں۔ (گمنام طالبِ علم)

جواب : یہ عنداللہ قبولیت کی نشانی ہے جو محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور بانی جامعہ نوراللہ مرقدہٗ کا رُوحانی فیض اور اُن کی مقبولِ بارگاہ دُعاؤں کا ثمرہ ہے۔ ہمارے کسی

کمال کا اِس میں کچھ دخل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس ادارے اور خانقاہِ حامدیہ کو ظاہری اور باطنی ترقی عطا فرمائے، ہر قسم کے شرور وفتن سے محفوظ فرمائے اور اپنے دینِ متین کی خدمت لے کر ہم سب کو اپنا مقبولِ بارگاہ بنالے۔

ایک خواب

حضرت اُستاد جی ! دوپہر کو خواب میں دیکھا کہ ہمارے مدرسے میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ تشریف لائے ہیں۔ ممبر پر بیٹھ کر مجھ سے سوال کیا کہ مولانا عبدالباسط صاحب کیا پڑھاتے ہیں؟ میں نے کہا مختلف کتابیں پڑھاتے ہیں۔ تو اُنہوں نے کہا کہ اُس کو بتائیں کہ اُولیٰ اور ثانیہ والوں پر خاص طور پر توجہ دیں کیونکہ یہ علوم کی بنیاد ہیں۔ (عزیز الرحمٰن کوہاٹی، درجہ اُولیٰ)

جواب : یہ خواب بہت مبارک ہے۔ اِس میں جامعہ مدنیہ جدید اور مولانا عبدالباسط صاحب کے لیے بڑی بشارت ہے۔ والحمدللہ

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

دینی مسائل

﴿ مہر کا بیان ﴾

مہرِ معجّل اور مہرِ مؤجّل :

جس مہر کے بارے میں طے ہو کہ نکاح ہوتے ہی یا پہلی ملاقات میں دینا ہے وہ ''مہر معجّل'' کہلاتا ہے اور جس کے بارے میں طے ہو کہ وہ اِتنے عرصہ بعد دینا ہوگا یا لڑکی کے مانگنے پر دینا ہوگا وہ ''مہر مؤجل'' کہلاتا ہے۔

مسئلہ : جس مہر کے معجّل یا مؤجل ہونے کا کچھ ذکر نہ کیا جائے اُس میں عرف ورواج کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

مسئلہ : جہاں کہیں پہلی ہی رات کو سب مہر دے دینے کا دستور ہو وہاں اوّل ہی رات سارا مہر لینے کا عورت کو اختیار رہے، اگر اوّل دِن نہ مانگا تو جب مانگے تب مرد کو دینا واجب ہے، دیر نہیں کرسکتا۔

مسئلہ : جہاں یہ دستور ہے کہ مہر کا لین دین طلاق کے بعد یا مرجانے کے بعد ہوتا ہے کہ جب طلاق مل جاتی ہے تب عورت مہر کا دعوی کرتی ہے یا مرد مرگیا اور کچھ مال چھوڑ گیا تو اُس مال میں سے لے لیتی ہے۔ اور اگر عورت مرگئی تو اُس کے وارث مہر کے دعویدار ہوتے ہیں۔ اور جب تک میاں بیوی ساتھ رہتے ہیں تب تک نہ کوئی دیتا ہے نہ وہ مانگتی ہے، تو ایسی جگہ اِس دستور کی وجہ سے طلاق ملنے سے پہلے مہر کا دعوی نہیں کرسکتی۔ البتہ پہلی رات کو جتنے مہر کے پیشگی دینے کا دستور ہے اُتنا مہر پہلے دینا وَاجب ہے۔ ہاں اگر کسی قوم میں یہ دستور نہ ہو تو اُس کا یہ حکم نہ ہوگا۔

مسئلہ : جتنا مہر پیشگی دینے کا دستور ہے اگر اُتنا مہر پیشگی نہ دیا یا نکاح میں کل یا بعض مہر پیشگی دینا طے ہوا لیکن شوہر نے پیشگی نہ دیا تو عورت کو اختیار ہے کہ جب تک اُتنا نہ پائے تب تک مرد کو ہم بستر نہ ہونے دے۔ اور اگر ایک دفعہ صحبت کرچکا ہے تب بھی اختیار ہے کہ اَب دُوسری دفعہ یا تیسری دفعہ قابو نہ پانے دے اور اگر وہ اپنے ساتھ پردیس لے جانا چاہے تو اُتنا مہر لیے بغیر پردیس نہ جائے۔ اِسی طرح اگر عورت اِس حالت میں اپنے کسی مُحرم عزیز کے ساتھ پردیس چلی جائے یا مرد کے گھر سے اپنے میکے چلی جائے تو مرد

اُس کو روک نہیں سکتا۔ اور جب اُتنا مہر دے دیا تو اب شوہر کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی۔ اُس کی مرضی کے بغیر کہیں آنا جانا جائز نہیں اور شوہر کا جہاں جی چاہے اُسے لے جائے، جانے سے اِنکار دُرست نہیں۔

اگر نکاح کے وقت میں مہر کا بالکل ذکر نہ ہو یا مجہول یا حرام شے کا بطورِ مہر ذکر ہو :

مسئلہ : اگر نکاح کے وقت مہر کا بالکل ذکر نہیں کیا گیا کہ کتنا ہے یا اِس شرط پر نکاح کیا کہ بغیر مہر کے نکاح کرتا ہوں کچھ مہر نہ دُوں گا یا کسی حرام چیز مثلاً شراب کو مہر بنایا یا مجہول قسم کی چیز ذکر کی مثلاً کہا جانور دُوں گا یا کپڑا دُوں گا کہ اُس کی نوع کو ذکر نہیں کیا، پھر دونوں میں سے کوئی مر گیا یا اُن میں خلوتِ صحیحہ پائی گئی تب بھی مہر دِلایا جائے گا، اور اِس صورت میں مہر مثل دینا ہوگا اور اگر اِس صورت میں خلوتِ صحیحہ سے پہلے مرد نے طلاق دے دی تو مہر پانے کی مستحق نہیں ہے بلکہ فقط ایک جوڑا کپڑا پائے گی اور یہ جوڑا دینا مرد پر واجب ہے، نہ دے گا تو گناہ گار ہوگا۔

مسئلہ : ہمارے علاقوں میں جوڑے میں فقط چار کپڑے مرد پر واجب ہیں: ایک کرتہ، ایک سر بند یعنی دوپٹہ، ایک پائجامہ یا ساڑھی جس چیز کا دستور ہو، ایک بڑی چادر جس میں سر سے پیر تک لپٹ سکے۔ اِس کے سوا اَور کوئی کپڑا واجب نہیں۔

مسئلہ : کپڑے دینے میں مرد وعورت دونوں کی حیثیت کا اعتبا کیا جائے گا۔ اگر دونوں مالدار ہوں تو اعلی کوالٹی کے کپڑے دے، اگر دونوں غریب ہوں تو گھٹیا کوالٹی کے، اور اگر دونوں درمیانے درجے کے ہوں یا ایک مالدار ہو اور ایک غریب ہو تو درمیانے کپڑے دے، لیکن ہر حال میں یہ خیال رہے کہ اُس جوڑے کی قیمت مہر مثل کے آدھے سے نہ بڑھے۔ اور ایک تولہ پونے چار ماشہ چاندی کی قیمت سے کم کا بھی نہ ہو، مطلب یہ ہے کہ بہت قیمتی کپڑے جن کی قیمت مہر مثل کے آدھے سے بڑھ جائے مرد پر واجب نہیں، ویسے اپنی خوشی سے اگر وہ بہت قیمتی اور اِس سے زیادہ بڑھیا کپڑے دے دے تو اور بات ہے۔

مسئلہ : نکاح کے وقت تو کچھ مہر مقرر نہیں کیا گیا لیکن نکاح کے بعد میاں بیوی دونوں نے اپنی خوشی سے کچھ مقرر کر لیا تو اَب مہرِ مثل نہ دِلایا جائے گا بلکہ دونوں نے اپنی خوشی سے جتنا مقرر کر لیا ہے وہی دِلایا جائے گا۔ البتہ اگر ویسی تنہائی و یکجائی ہونے سے پہلے ہی طلاق مل گئی تو اِس صورت میں مہر پانے کی مستحق نہیں ہے بلکہ صرف وہی ایک جوڑا کپڑا ملے گا۔ (جاری ہے)

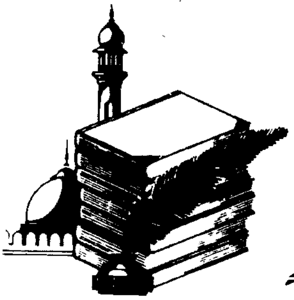

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ وتنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : تحریک ختم نبوت کی یادیں

تصنیف : محمد طاہر عبدالرزاق

صفحات : ۲۰۸

سائز : ۲۳X۳۶\۱۶

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان

قیمت : /۱۰۰

زیر نظر کتاب میں جناب طاہر صاحب نے بلا اختلافِ مسلک ومشرب بہت سے علماء ومشائخ کے ختم نبوت سے متعلق ایمان افروز واقعات اور مختصر بیانات درج کیے ہیں جن سے ایمان وایقان کو جِلا اور عشق رسالت ﷺ کو فرحت وتازگی نصیب ہوتی ہے۔ زبان وبیان آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب طاہر صاحب کی کاوِشوں کو قبول فرما کر مزید کی توفیق عطا فرمائے۔

نام کتاب : عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن (جلد اوّل)

تصنیف : مولانا محمد اسحاق خان صاحب مدنی مدظلہٗ

صفحات : ۹۰۴

سائز : ۲۰x۳۰/۸

ناشر : دارُ العلوم الاسلامیہ پلندری، آزاد کشمیر

گزشتہ شمارہ میں ہماری طرف سے مولانا موصوف کی مختصر تفسیر ''زُبدة البیان'' پر تبصرہ شائع ہو چکا ہے۔ اِس وقت ہمارے پیشِ نظر مولانا محترم کی مفصل تفسیر ''عمدة البیان'' کی پہلی جلد ہے، اِس جلد میں پانچ پاروں کی تفسیر کی گئی ہے۔ تفسیر کا اَنداز حسبِ سابق آسان اور دلکش ہے۔ ہر بات باحوالہ اور مدلل بیان کی گئی ہے۔ البتہ تفسیر کے اَندازِ نگارش سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ مولانا موصوف نے یہ تفسیر خالص سلفی ماحول میں لکھی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مصنفِ علّام کے باوجود حنفی المسلک اور دیوبندی المشرب ہونے کے تفسیر میں کسی مقام پر بھی مسلکِ اَحناف اور مشربِ دیوبند کی ترجمانی نظر نہیں آئی۔ ہوسکتا ہے مصنف مدظلہٗ کے پیشِ نظر کچھ مصلحتیں ہوں جو اِس اَمر سے مانع ہوں۔

مصنف زیدمجدھم نے بہت سے مقامات پر اہلِ باطل کی دلائل کے ساتھ تردید کی ہے۔ اِن میں بھی بعض مقامات ایسے ہیں جہاں مولانا محترم کُھل کر لکھنے کے بجائے دَبے الفاظ میں بیان کر کے آگے بڑھ گئے ہیں۔ بایں ہمہ حضرت مصنف کی کاوِش قابلِ قدر اور قرآن فہمی میں مدو معاون ہے۔ مختصر تفسیر کی طرح اِس تفسیر کی کتابت وطباعت، کاغذ وغیرہ بھی بہت عمدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی اِس کاوِش کو قبول ومنظور فرما کر اِتمام کی سعادت نصیب فرمائے۔

نام کتاب : جمالِ انور

تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

صفحات : ۲۹۸

سائز : ۲۳X۳۶\۱۶

ناشر : القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہؓ خالق آباد، نوشہرہ

حُجَّةٌ مِّنْ حُجَجِ اللّٰهِ آيَةٌ مِّنْ آيَاتِ اللّٰهِ ، فخر المحدثین، امام المفسرین، حضرت علّامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ (م : ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء) کی ذاتِ بابرکات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ بڑے بڑے اَساطین علم وفضل اور اَصحابِ باطن آپ کے کمالاتِ علمیہ وعملیہ، آپ کے زُہد ووَرع، تقوی و

طہارت اور خوف وللّٰہیت کے معترف رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے جن کمالات سے آپ کو نوازا تھا وہ اِس دَور میں کمیاب بلکہ نایاب نظر آتے ہیں۔

زیر نظر کتاب ''جمالِ انور'' میں آپ کے کمالاتِ علمیہ وعملیہ کی ایک معمولی سی جھلک پیش کی گئی ہے۔مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب جو پہلے بھی بہت سے بزرگوں کی سوانح تحریر فرما چکے ہیں۔اُنہوں نے اپنے مخصوص اَنداز میں حضرت علاّ مہ انور شاہ صاحبؒ کی سوانح حیات مرتب فرمائی ہے جس سے حضرت علاّ مہ مرحوم کی زندگی کے بہت سے گوشے سامنے آکر پڑھنے والوں کو دعوتِ فکر وعمل دیتے ہیں۔

۞

نام کتاب : فتنہ انکارِحدیث

تصنیف : مولانا محمد زمان صاحب کلاچوی

صفحات : ٦٨

ناشر : القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرۃؓ خالق آباد،نوشہرہ

قیمت : درج نہیں

پیش نظر رِسالہ میں مولانا موصوف نے مشہور منکرِ حدیث تمنا عمادی کے مقالہ ''تحریکِ حدیث'' کا جواب تحریر فرمایا ہے۔تمنا عمادی نے اپنے مقالہ میں اِنتہائی دَجل وتلبیس سے کام لیتے ہوئے انکارِحدیث کی راہ ہموار کی تھی اور بہت سے اِعتراضات وشبہات کے ذریعہ عوامُ الناس کے ایمان کو متزلزل کرنے کی کوشش کی تھی۔مولانا موصوف نے اپنے اِس مختصر رِسالہ میں تمنا عمادی کے دَجل وفریب کو طشت اَز بام اور اِس کے شکوک وشبہات کا اِزالہ فرما کر ایمان واِیقان بالحدیث کی راہ ہموار کی ہے۔

کیونکہ انکارِ حدیث کا فتنہ عام ہوتا جارہا ہے اِس لیے ضرورت ہے کہ علماء اِس فتنہ کے اِستیصال کی طرف بھرپور توجہ دیں تاکہ عوامُ الناس کے ایمان کے تحفظ وبقا کی صورت پیدا ہو،اِس حوالہ سے اِس رسالہ کا شائع ہونا مفید ہے۔عوامُ الناس اِس سے ضرور اِستفادہ فرمائیں۔

۞ ۞ ۞

اخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

یکم جون 2007ء کو حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب ضلع نارووال کی جامع مسجد حنفیہ قاسمیہ کنجروڑ میں وہاں کے حضرات کی دعوت پر مسجد کا افتتاحی جمعہ پڑھانے کے لیے تشریف لے گئے۔

۳؍جون کو بعد نمازِ عصر جامعہ مدنیہ جدید کی شاخ مدرسہ معہد الناصر الاسلامی واقع فصیح روڈ سمن آباد کا اِفتتاح ہوا۔ اِس موقع پر حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب نے ''مسجد کی اہمیت اور اللہ کے گھر کا انسانوں کے گھروں سے تقابل'' کے موضوع پر مجمع سے خطاب فرمایا۔

۷؍جون کو فاضلِ دارُالعلوم دیو بند حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہم جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور اَساتذہ وطلباء کی کثیر تعداد سے خطاب فرمایا نیز جامعہ مدنیہ جدید کی تعلیمی اور تعمیری اَحوال کو دیکھ کر مسرت کا اِظہار فرمایا۔

۱۸؍جون کو حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب جامعہ مدنیہ جدید میں نمازِ عصر اَدا کرنے کے بعد جامعہ کے طالب علم محمد آصف اسلم مرحوم درجہ سابعہ کے گھر میانوالہ گھاٹ چونیاں تعزیت کے لیے تشریف لے گئے۔ آصف اسلم مرحوم کے والد قاری اسلم صاحب سے ملاقات کر کے تعزیت کی۔ نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد واپسی ہوئی۔ اِس موقع پر جامعہ مدنیہ جدید کے ناظمِ تعلیمات اور اُستاذِ حدیث حضرت مولانا خالد محمود صاحب، مولانا اَمان اللہ صاحب، مولانا خلیل الرحمٰن صاحب اور جامعہ کے طلباء محبت علی طارق، اِنعام اللہ، اور عامر اخلاق ہمراہ تھے۔

۱۹؍جون کو انجینئر جناب شاہد اِحسان صاحب مسجد حامدؒ کے تعمیراتی کاموں کے سلسلہ میں جامعہ جدید تشریف لائے اور حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے مشاورت ہوئی۔ اِسی رات بعد از نماز عشاء جناب حافظ رشید احمد صاحب کراچی سے تشریف لائے اور حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے مختلف اُمور پر گفتگو ہوئی۔

۲۰؍جون کو بعد اَز نمازِ عشاء بزمِ طلباء کی طرف سے جامعہ مدنیہ جدید میں سالانہ تقریری مقابلہ منعقد ہوا۔ جس میں حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب اور جامعہ کے اَساتذہ کرام نے شرکت فرمائی۔ طلباء کرام نے اِس مقابلہ میں بھر پور حصہ لیا۔ آخر میں حضرت مولانا امان اللہ صاحب نے مختصر سا بیان فرما کر طلباء کی حوصلہ افزائی فرمائی ، بعد ازاں حضرت مہتمم صاحب نے اِنعامات تقسیم فرمائے۔ اوّل اِنعام احسن خدامی درجہ سادسہ نے ، دوم اِنعام عمر اِرشاد درجہ خامسہ نے ، سوم اِنعام آصف شاہ درجہ سابعہ نے حاصل کیا۔ بزم رات 12:30 بجے ختم ہوئی اور حضرت مہتمم صاحب نے آخر میں دُعاء فرمائی۔

۲۲؍جون کو حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب جمعۃ المبارک کی نماز مسجد حامدؒ میں اَدا کرنے کے بعد جامعہ مدنیہ جدید کے طالب علم عبد الماجد کے ولیمہ کی تقریب میں شرکت کی غرض سے گاؤں ویہگل ضلع قصور تشریف لے گئے۔ وہاں کھانے سے فراغت کے بعد متعلمِ جامعہ محمد شہزاد کے اِصرار پر اُن کے گاؤں قادی وِنڈ ضلع قصور تشریف لے گئے۔ نمازِ عصر اَداء کرنے کے بعد قصور شہر سے ہوتے ہوئے رات ساڑھے نو بجے جامعہ جدید واپسی ہوئی۔ رفیق سفر جامعہ مدنیہ جدید کے متعلم محمد خبیب ، اِنعام اللہ، سعید اللہ، محمد زبیر اور محمد عامر اَخلاق تھے۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے (اِدارہ)

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں "جامعہ مدنیہ جدید" محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 5330310 - 42 - 092 - 5330311 - 42 - 092

2۔ سیّد محمود میاں "بیت الحمد" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 7726702 - 42 - 092 - 7703662 - 42 - 092

موبائل نمبر 4249301 - 0333

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ لاہور (آن لائن)